بسم الله الرحمن الرحیم

درود وسلام ہو رسولوں کے سردار' متقیوں کے پیشوااور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آل واصحابؓ پر' اور اس پر جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا علمبردار بنا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کو اختیار کیااور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلا۔اسلامی عقیدے کو اپنی فکر کی بنیاد بنایااور احکام شرعیہ کو اپنے اعمال کے لئے معیار اور احکام کے لئے مصدر بنالیا۔کے بعد

برادرانِ محترم!السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمارے اس اجتماع کو خالصتاً اپنی رضا کا ذریعہ بنائے اور اسلام اور مسلمانوں کیلئے اس میں خیر وبرکت ڈالے۔

نیز یہ بھی دعا ہے کہ وہ ہماری بصیرتوں کو کھول کر حق کو حق دکھائے اور اس کی پیروی نصیب فرمائے، اور باطل کو باطل دکھا کر اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ برادران محترم!پوری دنیا کے مسلمانوں کا قضیہ مصیریہ(زندگی اور موت کا مسئلہ)اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق حکم کو دوبارہ قائم کرنا ہے جو قیامِ خلافت کے ذریعے سے ہو گا اور یہ (قیامِ خلافت)ایک خلیفۃ المسلمین کو منصب خلافت پر فائز کرنے سے ہو گا جو قرآن اور سنتِ رسولؐ کے نفاذ پر بیعت لے گا۔تا کہ وہ (خلیفہ) سارے نظام ہائے کفر کو مٹادے اور ان کی جگہ اسلامی قوانین واحکام کا نفاذ و

اجراء کردے۔ اسلامی بلاد (سرزمین) کو دارالاسلام میں تبدیل کرے اور وہاں پر موجود معاشرہ (سوسائٹی) کو اسلامی معاشرہ میں تبدیل کرے۔ نیز اسلام کو دعوت اور جہاد کے ذریعے پوری دنیا تک پہنچائے۔

اس **قضیہ مصیریہ** کے تعین کے ساتھ ہی اس مقصد کا تعین بھی ہو جاتا ہے جس کے حصول کے لئے دعوتِ اسلامی کا بیڑہ اٹھانے والے گروہوں' احزاب (پارٹیوں) اور جماعتوں پر جدوجہد کرنا فرض ہوتا ہے۔ اور اس (مقصد کے تعین) کے نتیجے میں اس طریقۂ کار کا بھی تعین ہو جاتا ہے جسے اس مقصد کے حصول کیلئے اپنانا فرض ہے۔ اور اس بات کو سمجھنے کیلئے مندرجہ ذیل باتوں کا جاننا ضروری ہے:

مسلمانوں کے موجودہ حالات، اسلامی ممالک کی حقیقت، ان ممالک کی دار (یعنی دارالاسلام یا دارالکفر) کے لحاظ سے موجودہ صورتِ حال، اُس معاشرے کی حقیقت جس میں آج کل مسلمان زندگی بسر کر رہے ہیں، نیز مذکورہ تمام امور سے متعلق شرعی احکامات کا علم۔

☆ جہاں تک مسلمانوں کے موجودہ حالات کا تعلق ہے تو وہ مسلمان ہونے کے باوجود ایسے افکار اور احساسات کے زیرِ نگیں زندگی گزار رہے ہیں جو اسلامی، مغربی، اشتراکی نیز قومیت، وطنیت، علاقائیت اور مذہبی گروہ بندی پر مبنی افکار کا مجموعہ ہیں۔

☆ جہاں تک اسلامی ممالک، بشمول عرب ممالک کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اِن تمام ممالک پر کافرانہ نظاموں اور قوانین کے تحت حکومت کی جارہی ہے۔ ماسوائے چند اسلامی احکامات کے 'جن کا تعلق نکاح، طلاق، نان ونفقہ، میراث اور ولدیت سے ہے۔ اور جن کیلئے شرعی عدالتوں کے نام سے خصوصی عدالتیں بنائی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں چند اور شرعی احکام ہیں جو بعض اسلامی ممالک مثلاً سعودی عرب اور ایران وغیرہ کی عدالتوں میں نافذ کئے جاتے ہیں۔

☆ جہاں تک دار کا تعلق ہے یعنی روئے زمین پر وہ تمام ممالک' جہاں کہیں بھی

مسلمان رہ رہے ہیں' تو ان سب کی موجودہ صورت حال دارالکفر کی ہے' دارالاسلام کی نہیں ۔ اور یہ جاننے کیلئے ضروری ہے کہ شرعی مفہوم کے مطابق دارالاسلام اور دارالکفر کی حقیقت کو معلوم کیا جائے۔

☆ شرعی اصطلاح کی رو سے ''دارالاسلام'' وہ علاقہ ہے جہاں پر حکومت تمام اسلامی احکامات کے مطابق کی جارہی ہو اور جہاں کی امان (تحفظ) اسلام کی امان سے ہو' یعنی مسلمانوں کی سُلطہ (اتھارٹی) کے ذریعے سے۔ اور اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک امان (تحفظ) مسلمانوں کے ذریعے سے ہو۔ چاہے وہاں کے باشندوں کی اکثریت غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔

☆ جبکہ شریعت کی رو سے دارالکفر وہ علاقہ ہے جہاں کا نظام کافرانہ قوانین کے تحت چلایا جارہا ہو اور وہاں کی امان اسلام کے ذریعے سے نہ ہو۔ یعنی مسلمانوں کی سُلطہ اور ان کی امان کے بغیر ہو۔ خواہ وہاں کے باشندوں کی اکثریت مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

☆ اس لئے کسی جگہ کے دارالاسلام یا دارالکفر ہونے کا اعتبار اس ملک یا اس کے باشندوں کی وجہ سے نہیں' بلکہ وہاں کے قوانین واحکام اور امان سے ہو گا۔ پس اگر اُس کے قوانین و احکام اسلامی ہوں اور اُس کی امان مسلمانوں کے ذریعہ سے ہو تو وہ دارالاسلام ہو گا۔ اور اگر اُس کے قوانین واحکام کافرانہ ہوں اور اُس کی امان مسلمانوں کے بغیر ہو تو وہ دارالکفر یا دارالحرب شمار ہو گا۔ اگر اسلام اور مسلمانوں کی حکمرانی ہو تو پھر وہ دارالاسلام ہو گا۔ اور اگر وہاں کافرانہ نظام مسلط ہو اور وہاں کا نظم و نسق غیر اسلامی قوت کے کنٹرول میں ہو' تو پھر وہ دارالکفر یا دارالحرب شمار ہو گا۔

اور یہ بات سلیمانؓ بن بریدہ کی اس حدیث سے لی گئی ہے ۔ جس میں یوں ارشاد فرمایا گیا:

(......**اُدعُهُم اِلَی الاِسلَامِ، فَاِن اَجَابُوكَ فَاَقبِل مِنهُم، وَکُفَّ عَنهُم، ثُمَّ ادعُهُم اِلَی التَّحَوُّلِ مِن دَارِهِمْ اِلٰی دَارِ المُهَاجِرِین، وَاَخبِرهُم اَنَّهُم اِن فَعَلُوا**

ذَالِکَ فَلَهُم مَا لِلمُهَاجِرِینَ، وَعَلَیهِم مَا عَلَی المُهَاجِرِینَ)

''...... ان کو اسلام کی طرف بلاؤ اگر وہ مان جائیں تو ان کی طرف سے یہ بات قبول کر لو اور ان سے جنگ کرنے سے رک جاؤ۔ پھر انہیں اپنے دار سے دار المہاجرین کی طرف نقل مکانی کی دعوت دو، اور انہیں بتادو کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو پھر ان کیلئے وہی (حقوق) ہوں گے جو مہاجرین کیلئے ہیں اور وہی (ذمہ داریاں) ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں۔''

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ نقل مکانی نہ کریں تو ان کیلئے مہاجرین کے حقوق نہیں ہوں گے۔ یعنی ان لوگوں جیسے، جو دارالاسلام میں ہیں۔ چنانچہ اس حدیث پاک نے دارالمہاجرین کی طرف ہجرت کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کے درمیان احکام کے اختلاف کو واضح کر دیا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں دارالمہاجرین ہی دارالاسلام تھا اور اس کے علاوہ باقی سارا جہاں دارالکفر تھا۔

اور یہیں سے دارالاسلام اور دارالکفر یا دارالحرب کی اصطلاح نکلی ہے۔ تو اس طرح لفظ دار کے ساتھ اسلام، کفر یا حرب کی اضافت درحقیقت احکام اور **سُلطه** (اتھارٹی) کی وجہ سے ہے۔

اسی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دار کی نوعیت جاننے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں موجود **سُلطه** کی تحقیق کی جائے، جس کی طرف اس دار کی نسبت قائم کی جاسکے۔ **سُلطه** ہونے کے لئے دو باتوں کا پایا جانا ضروری ہے:

نمبر۱۔ مخصوص احکام و قوانین کے ذریعے لوگوں کے امور کی دیکھ بھال کرنا۔

نمبر۲۔ ایسی قوت جو رعایا کی محافظ ہو اور احکام (قوانین) کا نفاذ کرے یعنی امان (تحفظ) قائم کرے۔

یہیں سے دار کی تعریف میں مذکورہ بالا دونوں شرائط کا پایا جانا ضروری ٹھہرا۔

☆ مزید بر آں جہاں تک قوانین کے نفاذ کا تعلق ہے تو اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ ﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے ذریعے فیصلہ نہ کرے تو ایسے لوگ ہی کافر ہیں۔'' (المائدۃ:۴۴)

اسی طرح بدترین آئمہ (حکام) کے بارے میں عوفؓ بن مالک کی وہ حدیث دلیل ہے جس میں یہ آیا ہے:

(......قِيْلَ يَارَسُولَ اللّٰهِ: اَفَلانُنَابِذُهُم بِالسَّيفِ؟ فَقَالَ لَا، مَااَقَامُوا فِيكُم الصَّلَاةَ)

''... کہا گیا اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم انہیں تلوار کے ذریعے باہر نہ پھینک دیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''نہیں، جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کریں۔''

اسی طرح بیعت کے بارے میں عبادہؓ ابن الصامت کی حدیث میں یہ آیا ہے:

(......وَاَن لّاَنُنَازِعَ الاَمرَ اَهلَهُ اِلَّا اَنْ تَرَوا كُفراً بَوَاحاً عِندَكُم مِّنَ اللّٰهِ فِيهِ بُرُهَانٌ)

''......اور یہ کہ ہم اہلِ امر (حکام) سے جھگڑا نہ کریں، (آپؐ نے فرمایا) مگر اس وقت جب کہ تم کفر بواح (کھلم کھلا کفر) دیکھو، جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس واضح دلیل ہو۔''

طبرانی نے ''کفراً بواحاً'' کی جگہ ''کفراً صراحاً'' نقل کیا ہے۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اگر غیر اسلامی قوانین کے ذریعے نظامِ حکومت قائم ہو تو حاکم کے سامنے تلوار اٹھانا فرض ہو جاتا ہے اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ شریعت کا نفاذ دارالاسلام کی شرائط میں سے ایک شرط ہے اور اگر یہ شرط موجود نہ ہو تو تلوار لے کر جنگ کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

☆ جہاں تک اسلامی امان کا تعلق ہے جس سے مراد یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قائم ہو، تو یہ شرط بھی اللہ تعالیٰ کے اس قول سے لی گئی ہے:

﴿وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلاً﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے مؤمنوں پر (غالب آنے کا) ہر گز کوئی راستہ نہیں رکھا۔'' (النساء:۱۴۱)

یعنی یہ جائز نہیں کہ کفار کو مؤمنین پر سُلطه (اتھارٹی) حاصل ہو۔ کیونکہ ان کے غلبہ واختیار کی صورت میں مسلمانوں کا تحفظ کفر کے ذریعے قائم ہو گا' نہ کہ اسلام کے ذریعے۔ نیز اس لئے بھی کہ رسول اللہ ﷺ ہر اس علاقے پر حملہ کرنے کا حکم دیتے تھے جو مسلمانوں کی سُلطه (اتھارٹی) کے زیر نگیں نہ ہوتا' اور آپ ﷺ اُن سے جنگ کرتے خواہ اس کے باشندے مسلمان ہوتے یا غیر مسلم۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے وہاں کے مسلمان باشندوں کے قتل سے منع فرمایا۔ انسؓ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں:

(كَانَ رَسُولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا غَزَا قَوماً لَم يَغزُ حَتّٰى يُصبِحَ 'فَاِذَا سَمِعَ اَذَاناً اَمْسَكَ' وَاِذَا لَمْ يَسمَعْ اَذَاناً اَغَارَ بَعْدَ اَن يُّصْبِحَ)

''رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم سے لڑتے تو صبح ہونے تک ان پر حملہ نہ فرماتے۔ پھر آپ ﷺ اذان سنتے تو (حملہ سے) رک جاتے اور اگر اذان نہ سنتے تو صبح ہونے کے بعد ان پر حملہ آور ہو جاتے۔''

اور عصام المزنیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی دستہ بھیجتے تو فرماتے:

(اِذَا رَاَيتُم مَّسجِداً اَوْ سَمِعتُم مُّنَادِياً فَلَا تَقْتُلُوا اَحَداً)

''جب تمہیں کوئی مسجد نظر آئے یا اذان دینے والے کو سنو تو کسی کو قتل مت کرنا۔''

کیو نکہ اذان و مسجد دونوں اسلام کے شعائر میں سے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کسی ملک میں مسلمان باشندوں کا وجود ان پر حملہ کرنے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ان کو دار الحرب یعنی دار الکفر میں شمار کیا گیا ہے۔ کیو نکہ ان (علاقوں) میں اگرچہ اسلامی شعائر ظاہر ہوئے لیکن یہاں کی امان (تحفظ) رسول اللہ ﷺ کی اتھارٹی یعنی اسلامی سُلطہ اور امان کے تابع نہیں تھی۔ اس لئے ان کو دار الحرب شمار کیا گیا اور ان پر ایسے ہی حملہ کیا گیا جیسا کہ کسی بھی دار الحرب پر حملہ کیا جاسکتا ہے۔

☆ اور اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ آج کے تمام اسلامی ممالک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کی شرط نہیں پائی جاتی، گو کہ ان میں سے اکثر کی امان (تحفظ) مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اس لئے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان کو دار الاسلام میں شمار نہیں کیا جا سکتا، باوجود اس کے کہ یہ اسلامی بلاد (علاقے) ہیں اور یہاں کے باشندے مسلمان ہیں۔ کیو نکہ دار کا اعتبار قوانین اور امان سے ہے، نہ کہ بلد اور باشندوں سے۔

☆ جہاں تک اسلامی ملکوں میں معاشرہ (سوسائٹی) کی حقیقت کا تعلق ہے تو وہ بالکل غیر اسلامی ہے، کیو نکہ معاشرے کی بناوٹ کا دارومدار افراد، افکار، احساسات اور نظام پر ہے، نہ کہ صرف افراد پر۔ اس لئے کسی بھی معاشرے کو محض اس بنیاد پر اسلامی معاشرہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں کے باشندے مسلمان ہیں۔

حقیقت میں معاشرہ ایسے لوگوں کے مجموعہ کا نام ہے جن کے درمیان دائمی روابط ہوں اور اگر ان کے درمیان دائمی روابط کا وجود نہ ہو تو ان کو معاشرہ نہیں بلکہ جماعت کہتے ہیں۔ جیسا کہ سفر کے ساتھی، جو بحری جہاز یا ہوائی جہاز یا قافلے میں اکٹھے ہوں۔

اور لوگوں کے درمیان دائمی روابط کیلئے ضروری ہے کہ ان کے درمیان

افکار، احساسات اور نظام کی وحدت ہو۔ اور اگر ان کے درمیان ان تین باتوں میں یکسانیت نہ پائی جائے تو پھر دائمی روابط کا وجود بھی نہیں پایا جاسکتا اور اس کے نتیجے میں وہ ایک معاشرہ نہیں کہلا سکتے۔

یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ معاشرہ لوگوں کے افکار، احساسات اور نظام سے تشکیل پاتا ہے اور اسی بنیاد پر معاشرے بنتے ہیں۔ اور اسی طرح لوگوں میں پائے جانے والے افکار، احساسات اور نظاموں کے اختلاف سے ان کے درمیان مختلف معاشرے وجود پاتے ہیں۔

☆ اسلامی ممالک میں جو معاشرہ ہے وہ مختلف افکار، احساسات اور نظاموں سے خلط ملط شدہ ایک مرکب کے زیرِ تسلط ہے۔ باوجودیکہ ان میں موجود افراد کی اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ اس لئے کوئی عجب نہیں کہ آپ کو مسلمانوں کے درمیان خیالات و احساسات کے اعتبار سے واضح اختلافات نظر آئیں گے۔ وہ ایک ہی وقت میں اسلام کی طرف بھی میلان ظاہر کرتے ہیں اور دوسری طرف کافر حکمرانوں کو بھی قبول کرتے ہیں۔ نیز اپنے اوپر کافرانہ نظاموں کے نفاذ پر خاموش بھی رہتے ہیں۔ اسلام کے احیاء کی خواہش بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ قومی' علاقائی اور مذہبی گروہ بندیوں سے بھی منسلک رہتے ہیں۔ یہ امریکہ، برطانیہ اور روس کو اپنا دشمن گردانتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان ممالک سے مدد بھی طلب کرتے ہیں، ان سے دوستی بھی کرتے ہیں اور ان سے اپنے مسائل اور مشکلات حل کرنے کی توقع بھی رکھتے ہیں۔

ایک ہی وقت میں وہ یہ ایمان بھی رکھتے ہیں کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ آپ انہیں نسلی اور علاقائی تعصّبات کا شکار بھی دیکھیں گے۔ پس نہ صرف ایک عربی کو عرب ہونے کا، ترکی کو طورانی ہونے کا، فارسی کو اپنے اہلِ فارس ہونے کا تعصب ہے' بلکہ ایک عراقی کو اپنے عراق، شامی کو اپنے شام اور مصری کو اپنے ملک مصر پر بھی تعصب ہے، حالانکہ یہ سب کچھ اسلام کے خلاف ہے۔

ایک طرف تو وہ اسلام پر ایمان لاتے ہیں اور دوسری طرف آپ انہیں جمہوریت، آزادی، عوام کی حکمرانی اور اشتراکیت وغیرہ جیسے کفریہ افکار کی صدائیں بلند کرتے ہوئے دیکھتے ہیں' جو کلی طور پر اسلام سے متصادم ہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ تمام اسلامی ممالک میں مسلمانوں پر جو نظام ہائے حکومت یعنی اقتصادی' تعلیمی' شہری اور خارجہ سیاسی قوانین نافذ کئے جاتے ہیں' وہ تمام کے تمام نظام ہائے کفر اور قوانینِ کفر ہیں۔ اور یہی وہ چیز ہے جو تمام اسلامی ممالک میں پائے جانے والے معاشروں کو غیر اسلامی معاشرہ بنادیتی ہے۔

☆ مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تمام (نام نہاد) اسلامی ممالک میں مسلمان' باوجود مسلمان ہونے کے' ایک غیر اسلامی معاشرے میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور یہ تمام ممالک دارالاسلام نہیں ہیں۔

☆ اسی طرح یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ خلافت کو ختم کرنے کے بعد اور اسلام کو زندگی، ریاست اور معاشرے میں عملی نفاذ سے دور رکھنے کے بعد، مسلمانوں کا **قضیہ مصیریہ** (زندگی اور موت کا مسئلہ) یہ ہے کہ زندگی، ریاست اور معاشرے میں اسلام کا دوبارہ نفاذ ہو، جو اقامتِ خلافت اور خلیفہ کے تقرر سے عمل میں آئے۔ نیز لوگ اس خلیفہ کے ہاتھ پر سمع واطاعت کی بیعت اس شرط پر کریں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق ان پر حکمرانی کرے گا۔ کافرانہ قوانین اور نظاموں کو مٹائے گا اور ان کی جگہ اسلامی نظام اور قوانین کو لاگو کرے گا۔ اسلامی ممالک کو دارالاسلام میں تبدیل کرے گا اور وہاں پر موجود معاشرے کو اسلامی معاشرے میں تبدیل کرے گا۔ اسلامی ممالک کو خلافت کے زیرِ سایہ لا کر انہیں ایک وحدت بخشے گا۔ اور اسلام کو ایک پیغام کے طور پر دعوت و جہاد کے ذریعے دنیا کے سامنے پیش کرے گا۔

☆ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مسلمانوں کے لئے یہی **قضیہ مصیریہ**

(زندگی اور موت کا مسئلہ) ہے تو یہ بات شریعت کے احکام سے ماخوذ ہے۔ جو (شریعت) مسلمانوں کے لئے اسلام کے تمام احکامات پر عمل کرنے ' نیز زندگی، حکومت اور معاشرے میں اُن کی تنفیذ کو فرض قرار دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَھَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا﴾

''اور تمہیں رسول ﷺ جو کچھ دیں اسے پکڑ لو، اور جس سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ۔'' (الحشر:۷)

اس آیت میں لفظ ''ما'' (یعنی جو کچھ) عموم پر دلالت کرتا ہے اس لئے یہ ہر چیز کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے کو لازم قرار دیتا ہے جسے رسول ﷺ لے کر آئے اور ان تمام محرمات سے بچنے کو لازم قرار دیتا ہے جن سے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَھُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَھْوَآءَ ھُمْ وَاحْذَرْھُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكَ﴾ (المائدۃ:۴۹)

''اور آپ ﷺ ان کے درمیان اللہ کی طرف سے جو کچھ نازل شدہ ہے' ان احکامات کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور اس بات سے محتاط رہیں کہ مبادا یہ لوگ آپ ﷺ کو کسی فتنے میں ڈال دیں (اور منحرف کر دیں) کسی ایسے حکم سے' جو اللہ نے آپ ﷺ کی طرف نازل کیا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں پر یہ فرض کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جملہ نازل شدہ احکامات و قوانین کے مطابق فیصلہ کریں۔ کیونکہ آیت کریمہ میں لفظ ''ما'' عام ہے جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ تمام احکام کو شامل کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ ھُمُ الْكَافِرُوْنَ﴾

''اور جو (لوگ) بھی اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو کچھ اللہ نے نازل کیا

ہے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔''   (المائدۃ:۴۴)

یعنی جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ تمام احکام کے مطابق فیصلے نہ کریں تو وہ کافر ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں بھی لفظ ''بما'' (یعنی جو کچھ) عام ہے جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ تمام احکام کو شامل کرتا ہے۔

☆ ان آیات سے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ سارے احکام کے ذریعے فیصلہ کرنے کی فرضیت واضح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا زندگی، حکومت اور معاشرے میں اسلام کا اعادہ ہی مسلمانوں کے لئے قضیہ مصیریہ (زندگی اور موت کا مسئلہ) بن جاتا ہے۔

اور یقیناً اسلام نے اس قضیہ مصیریہ کے لئے کئے جانے والے اقدامات کو موت وحیات کے اقدامات قرار دیا ہے۔ چنانچہ مسلمؒ نے عوفؓ بن مالک کی حدیث میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(سَتَكُونُ اُمَرَاءٌ فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ' فَمَنْ كَرِهَ بَرِیءَ' وَمَنْ اَنْكَرَ سَلِمَ' وَلٰكِنْ مَنْ رَضِیَ وَتَابَعَ' قِیلَ یَارَسُولَ اللّٰهِ: اَفَلَانُنَابِذُهُم بِالسَّیفِ؟ فَقَالَ : لَا ' مَا اَقَامُوا فِیكُمُ الصَّلَاةَ)

''ایسے امراء ہوں گے جن کے (بعض کاموں کو) تم معروف پاؤ گے اور (بعض کو) منکر۔ تو جس نے برا جانا وہ بری ہوا اور جس نے انکار کیا وہ (گناہ سے) محفوظ رہا۔ لیکن جو راضی رہا اور تابعداری کی (وہ بَری ہوا نہ محفوظ رہا)۔ پوچھا گیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم ان کو تلوار سے باہر نہ نکال پھینکیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، جب تک کہ وہ تم میں نماز کو قائم رکھیں۔''

اور بخاری میں عبادہؓ ابن الصامت سے روایت ہے وہ کہتے ہیں:

(دَعَانَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَبَایَعنَاهُ' فَقَالَ فِیمَا اَخَذَ عَلَینَا اَنْ بَایَعنَا عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِیْ مَنشَطِنَا وَمَكرَهِنَا وَعُسْرِنَاوَیُسْرِنَا' وَاَثَرَةٍ عَلَینَا' وَاَن لَّانُنَازِعَ الأَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْراً بَوَاحاًعِنْدَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ فِیهِ بُرْهَانٌ)

''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دعوت دی تو ہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔(عبادہؓ نے) کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ان شرائط پر بیعت لی کہ ہم پسندیدہ اور ناپسندیدہ (اوامر میں)، مشکل اور آسانی (کی حالت میں) اور اپنے آپ پر (دوسروں کو) ترجیح دیئے جانے کی صورت میں بھی سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔(اور اس پر بھی بیعت لی کہ) ہم کسی حاکم سے اس کے منصب میں تنازع نہ کریں گے۔''(اس پر آپ ﷺ نے فرمایا) ''مگر جب تک کہ تم (اس میں) **كفراً بواحاً** (کھلم کھلا کفر) دیکھو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس کوئی ٹھوس دلیل موجود ہو۔''

اور طبرانی میں ''**كفراً بواحاً**'' کی جگہ ''**كفراً صراحاً**'' آیا ہے۔ تو عوفؓ بن مالک کی حدیث میں **اقامة الصلاة** سے مراد اقامتِ دین ہے کیونکہ اس میں جزو کو کل پر اطلاق کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور یہ اسلام کے مطابق حکومت کرنے کے لئے کنایہ ہے۔ اور عبادہؓ بن الصامت کی حدیث میں ''**كفراً بواحاً**'' کے جو الفاظ آئے ہیں اس سے مراد ہے وہ کھلم کھلا کفر، جو حاکم کے افعال میں پایا جائے، یعنی جب وہ کفریہ قوانین کے ذریعے حکومت کرے۔

دونوں حدیثوں کا مفہوم یہ ہے کہ ہم حکام کو اس وقت تلوار کے ذریعے نکال باہر پھینکیں، جب وہ اسلامی قوانین قائم نہ کریں اور شعائرِ اسلام ظاہر نہ کریں۔ اور یہ کہ ان سے لڑیں جب وہ کفریہ قوانین کو قائم کریں اور ان سے تنازع کریں جب وہ **كفر بواح** کا اظہار کریں۔ یہاں ''**منابذة**'' (تلوار سے باہر نکال پھینکنے) سے مراد قتال ہے جو ان کو حکومت سے ہٹانے اور اسلامی احکام کو دوبارہ قائم کرنے کیلئے ہو۔

ان دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی حکومت کو قائم کرنے اور کفریہ قوانین کے ذریعے چلنے والی حکومت کو ختم کرنے جیسے فرائض ہی مسلمانوں کے دو اہم ترین فرائض ہیں۔

برادران محترم!

☆ جب معاشرے کو شدید قسم کے جھٹکے لگتے ہیں تو طبعی طور پر امت میں بیداری کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں امت کے افراد میں ایک مشترک اجتماعی احساس پیدا ہوتا ہے۔ جو (احساس) اس جھٹکے کے اسباب تلاش کرنے کے لئے افراد کو سوچنے کے عمل پر مجبور کرتا ہے تاکہ بچاؤ کیلئے کسی حل تک پہنچا جاسکے۔

اس فکری عمل میں امت کا ماضی، حال اور مستقبل، قوموں اور امتوں کی تاریخ، اور انکی ترقی کے ذرائع، اور ان کا آپس میں موازنہ اور ترجیحات شامل ہوتے ہیں۔ اور یہ فکری عمل (نتیجتاً) عقل کے کسی علاج اور حل کی طرف رہنمائی کر دیتا ہے۔

☆ مسلمانوں کو اس صدی کے شروع میں ایک شدید جھٹکا لگا جس نے ان کے وجود کو ہلا دیا۔ ان کی سرزمین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ان کی وحدت کو منتشر کر دیا، اور انکی ریاست یعنی خلافت کا خاتمہ کر دیا۔ ان کی روح کو قتل کیا اور اسلام کو حکومت، زندگی اور معاشرے میں عملی نفاذ سے دور کر دیا۔ خلافت ختم ہونے کے نتیجے میں اسلامی ریاست (چھوٹی چھوٹی) مملکتوں اور ریاستوں میں بٹ گئی، جو شروع میں کافر حکومتوں کی بلاواسطہ حکمرانی میں رہیں، اور بعد میں مسلمانوں ہی میں سے ان (کافر حکومتوں) کے ایجنٹوں کے ہاتھوں میں چلی گئیں۔ اور اس طرح تمام اسلامی ممالک میں کافرانہ نظام اور قوانین کا نفاذ ہو گیا۔

پھر اس ہلا دینے والے زلزلے کے بعد ایک اور جھٹکا لگا جو کافر حکومتوں اور عرب ممالک کے حکام میں سے ان (کافر حکومتوں) کے ایجنٹوں کے مابین ایک سازش کے تحت فلسطین کے غصب ہونے اور اس میں اسرائیلی ریاست کے قیام کی صورت میں تھا۔

☆ ان دونوں جھٹکوں کا مسلمانوں کے دلوں پر شدید اثر ہوا۔ پس انہوں نے اپنے بچاؤ کے لئے کام کرنا شروع کر دیا۔ اور اس بچاؤ کے لئے جدوجہد کے نتیجے میں کئی

اسلامی اور غیر اسلامی تحریکیں وجود میں آئیں لیکن وہ مسلمانوں کو ان دو خوفناک جھٹکوں کے اثرات سے نجات دلانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

☆ دوسرے جھٹکے کے بعد حزب التحریر اس وقت وجود میں آئی جب مسلمانوں میں سے کچھ افراد، جنہوں نے مسلمانوں کی اس حالت سے اثر لیا تھا، اُٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے امت مسلمہ کے سابقہ اور موجودہ حالات نیز جو کچھ امت پر گزری اور جن (حالات) کا اسے سامنا کرنا پڑا اور جس حال میں وہ آج پہنچی ہے، اِن سب کا اور ان کے اسباب کا بغور مطالعہ کیا۔ مزید برآں انہوں نے مسلمانوں کی موجودہ حقیقت، اسلامی ممالک میں قائم معاشرے کی حقیقت، اِن (ممالک) میں امت کا حکمرانوں سے اور ان حکمرانوں کا امت سے تعلق اور ان حکمرانوں کی طرف سے نافذ شدہ نظام اور قوانین کا بھی مطالعہ کیا۔ اور اسی طرح ان افکار اور احساسات کا بھی بغور مطالعہ کیا جو مسلمانوں کے معاشرے میں ان پر غالب ہیں۔ اس دقیق مطالعے اور ان سب کی حقیقت کو سمجھنے کے بعد ان کی اسلامی احکامات کے ذریعے جانچ پڑتال کی۔ پھر انہوں نے ان تحریکوں کا بھی جائزہ لیا جو مسلمانوں کو بچانے کیلئے وجود میں آئیں خواہ وہ اسلام کی بنیاد پر قائم ہوئی تھیں یا غیر اسلامی بنیاد پر۔ پھر اس گہرے مطالعے کے بعد وہ ایک معیّن، واضح اور شفاف فکر پر پہنچے اور اس (فکر) کی بنیاد پر حزب التحریر کا قیام عمل میں لائے۔

☆ اس عمیق مطالعے کے بعد حزب التحریر اس نتیجے پر پہنچی کہ ملت اسلامیہ کا قضیہ مصیریہ (زندگی اور موت کا مسئلہ) زندگی، ریاست اور معاشرے میں اسلام کے دوبارہ نفاذ اور اسے ایک پیغام کے طور پر دعوت و جہاد کے ذریعے دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔

اسی بنیاد پر حزب نے اپنی غایت کو اسلامی طرزِ زندگی کے ازسرِ نو آغاز اور اسلام کی دعوت کا بیڑہ اٹھانے تک ہی محدود رکھا۔ نیز اس غایت کے حصول کیلئے حزب نے امت میں کام کرنا شروع کر دیا۔

☆ اسلامی طرزِ زندگی کے از سرِ نو آغاز سے مراد مسلمانوں کا تمام اسلامی احکام کے مطابق عمل کی طرف لوٹنا ہے۔ یعنی عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاملات سے لے کر جملہ نظام، جن میں نظام حکومت، معیشت، معاشرت، تعلیم نیز دیگر قوموں، امتوں اور ممالک کے ساتھ خارجہ سیاست شامل ہیں، ان سب کو اسلامی احکام کے مطابق استوار کرنا ہے۔ علاوہ ازیں (اس سے مراد) مسلمان ممالک کو دارالاسلام میں اور وہاں کے معاشرہ کو اسلامی معاشرہ میں تبدیل کرنا ہے۔

اور اسلامی طرزِ زندگی کا از سرِ نو آغاز خلافت کے قیام اور خلیفۃ المسلمین کے تقرر کے بغیر ممکن نہیں، جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق حکومت کرنے کی شرط پر لوگوں سے سمع واطاعت کی بیعت لے۔

☆ جب حزب التحریر اپنے مطالعے کے ذریعے مسلمانوں کے قضیہ مصیریہ کے تعیّن تک پہنچ گئی تو اس ہدف کا تعیّن بھی ہو گیا جس کے لئے وہ جدوجہد کر رہی ہے۔ نیز اس غایت کی نشاندہی بھی ہو گئی جس کو حقیقت بنانے کے لئے وہ عمل پیرا ہے۔ مزید برآں اس نے وہ طریقہ بھی معلوم کر لیا جس پر چل کر اس غایت کا حصول ممکن ہے۔ اور وہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے جو آپ ﷺ نے اپنی بعثت سے لے کر مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام تک اختیار کیا۔

☆ اسلامی طرزِ زندگی کے دوبارہ آغاز کی جدوجہد کو بارآور بنانے کیلئے ضروری ہے کہ یہ جدوجہد ایک اجتماعی عمل ہو، اور اس کا جواز نہیں کہ یہ انفرادی ہو۔ کیونکہ انفرادی عمل کے ذریعے مقصد کا حصول ناممکن ہے۔ اور اس لئے بھی کہ ایک فرد کی عقل اور فکر، خواہ کتنی ہی بلند کیوں نہ ہو، وہ اکیلا اس غایت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس کے لئے جماعت کے ساتھ مل کر کام کرنا لازمی ہے۔

اس لئے یہ بھی ضروری قرار پایا کہ خلافت کے قیام اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ (شریعت) کے مطابق دوبارہ حکومت قائم کرنے کیلئے اجتماعی طور پر کام کیا جائے

یعنی حزب یا جماعت یا گروہ میں۔ نیز اس اجتماعی عمل کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سیاسی ہو۔ اس کے غیر سیاسی ہونے کا کوئی جواز نہیں کیونکہ خلافت کا قیام اور خلیفہ کا تقرر ایک سیاسی عمل ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ (شریعت) کے ذریعے حکومت کرنا بھی ایک سیاسی عمل ہے اور یہ سب کچھ سیاسی عمل کے بغیر ممکن نہیں۔

☆ چنانچہ وہ گروہ جو غیر سیاسی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں، ان کا مسلمانوں کے **قضیہ مصیریہ** (زندگی اور موت کا مسئلہ) سے کوئی تعلق نہیں اور نہ وہ اُس غایت کو حقیقی رنگ دے سکتے ہیں جس کا حصول مسلمانوں کیلئے فرض ہے، یعنی خلافت کا قیام اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ (شریعت) کے مطابق حکم کا قیام۔ ایسے گروہوں کی مثال درجِ ذیل ہے:

الف۔ ایسی جماعتیں جو خیراتی کام کرتی ہیں:

مثلاً مدارس اور ہسپتالوں کی تعمیر، فقیروں اور یتیموں اور محتاجوں کی مدد وغیرہ

اگرچہ یہ کام ان خیراتی کاموں میں سے ہیں جنہیں کرنے کے لئے اسلام نے مسلمانوں کو ترغیب دلائی ہے لیکن ان کاموں کا مسلمانوں کے **قضیہ مصیریہ** (زندگی اور موت کا مسئلہ) سے کوئی تعلق نہیں۔ ان سے وہ غایت پوری کرنا ناممکن ہے جن کو پورا کرنے کے لئے جدوجہد کرنا مسلمانوں کے لئے فرض ہے۔ بلکہ ایسی جماعت کا اِن کاموں کے لئے بنایا جانا اُسے ''**ما انزل اللہ**'' (اللہ کے نازل کردہ احکامات) کے مطابق دوبارہ حکومت کے قیام جیسے فرض سے ہٹا دیتا ہے۔

علاوہ ازیں جو جماعت ہمیشہ کیلئے ایسے خیراتی کام سرانجام دیتی ہے تو گویا وہ دائمی طور پر ایسے امور کی دیکھ بھال کر رہی ہوتی ہے جن کی دائمی دیکھ بھال حکومت کے فرائض میں شامل ہے' نہ کہ افراد اور جماعتوں کے فرائض میں۔

لیکن اگر یہ خیراتی کام مسلسل اور ہمیشہ نہ ہوں تو وہ دائمی امور کی دیکھ بھال کے زمرے میں نہیں آتے۔ لہٰذا ان کا کرنا جائز ہو گا اور شریعت کی رو سے بھی یہ

مستحب اور بہتر ٹھہریں گے۔ البتہ ان کاموں کا مسلمانوں کے قضیہ مصیریہ سے کوئی تعلق نہیں۔

ب۔ وہ گروہ جو عبادات اور سنتوں کے التزام کی طرف دعوت دیتے ہیں:

عبادات اور سنت کی پیروی کی دعوت کو اسلام نے مندوب قرار دیا ہے کیونکہ یہ اسلام کا جزو اور خیر کا حصہ ہیں۔ نیز اس کی طرف دعوت دینے کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر لازم قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ﴾

''اور چاہئے کہ رہے تم میں (ہمیشہ) ایک جماعت ایسے لوگوں کی۔ جو دعوت دیتے رہیں خیر کی طرف۔'' (آل عمران:۱۰۴)

مگر درحقیقت عبادات اور سنتوں کی طرف دعوت اسلام کا صرف ایک جزو ہے، جبکہ دعوت تو پورے کے پورے اسلام پر عمل کرنے کیلئے ہونی چاہئے۔ جس میں عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات، نیز نظام حکم، معیشت، معاشرت، تعلیم، خارجہ سیاست اور دوسرے تمام شرعی احکام شامل ہیں۔ اور صرف عبادات اور سنتوں تک دعوت کو محدود رکھنے کا مسلمانوں کے قضیہ مصیریہ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اس سے وہ غایت پوری ہو سکتی ہے جس کے لئے جدوجہد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ اور وہ گروہ جو محض احادیثِ نبویہ کی دیکھ بھال اور ان کی تخریج کا اہتمام کرتے ہیں ان کی مثال بھی انہیں جماعتوں کی سی ہے۔

علاوہ ازیں ان اعمال کی انجام دہی میں جماعت کی توجہ اس ضروری کام سے ہٹ جاتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ اور وہ کام، کافرانہ قوانین کو ختم کرنا، اور زندگی، حکومت اور معاشرے میں اسلامی قوانین کو دوبارہ نافذ کرنا ہے۔

ج۔ وہ جماعتیں جو اسلامی کتابوں کی تالیف، اسلامی ثقافت کی نشرواشاعت اور وعظ وارشاد کے کام سر انجام دیں:

اگرچہ اسلامی ثقافت کی ترویج کیلئے کتابوں کی تصنیف وتالیف اور وعظ و ارشاد اعمالِ جلیلہ ہیں، لیکن یہ بھی مسلمانوں کے (زندگی اور موت کا مسئلہ) کے حل کا طریقہ نہیں ہیں اور نہ یہ خلافت کے قیام، اور زندگی، حکومت اور معاشرے میں اسلام کی دوبارہ واپسی کا راستہ ہے۔

☆ چنانچہ افکار کو جب تک سیاسی شکل دے کر انہیں عملی زندگی میں اپنایا نہ جائے، اس وقت تک وہ افراد کے ذہنوں میں معلومات' اور کتابوں کے اوراق میں محض علمی افکار کی حد تک محدود ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور اسلامی کتب خانے ایسی ہزاروں کتابوں سے بھرے پڑے ہیں جن کا شمار اسلامی ثقافت کی بیش قیمت اور عمدہ کتابوں میں ہوتا ہے۔ لیکن وہ اپنی جگہ جامد ہیں کیونکہ جب تک افکار کو سیاسی انداز میں زندگی میں عملی صورت دینے کے لئے اختیار نہ کیا جائے تو اس وقت تک وہ اپنی جگہ جوں کے توں جامد ہی رہتے ہیں۔

☆ اسلام اور اس کی ثقافت کی تدریس کیلئے کئی ایک مخصوص یونیورسٹیاں موجود ہیں مثلاً الازھر، الزیتونیة، النجف وغیرہ، جو اسلام اور اس کی ثقافت کی محض بطورِ نظریہ (تھیوری) تدریس میں تو مشغول ہیں لیکن یہ تعلیم عملی نفاذ کے نقطۂ نظر سے نہیں دی جاتی۔ ان یونیورسٹیوں سے ہر سال ہزاروں علماء فارغ التحصیل ہوتے ہیں لیکن ان کی حیثیت متحرک کتابوں سے بڑھ کر نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اسلام کو بطورِ نظریہ (تھیوری) تو پڑھا ہے لیکن اس پر عمل کرنے، دوسروں تک پہنچانے اور اسے زندگی کے معاملات، ریاست اور معاشرے میں لاگو کرنے کیلئے نہیں۔

لہٰذا اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں اگر وہ شرعی احکام اور حلال وحرام کے اسلامی پیمانوں کو زندگی کے متعلق اپنے نظریات کی بنیاد نہیں بناتے۔ اسی طرح یہ بھی حیران کن نہیں کہ وہ اُنہیں (شرعی احکام اور حلال وحرام کے اسلامی پیمانوں کو) اعمال اور روزمرہ کے واقعات وحوادث پر اپنی رائے اور فیصلے کی بنیاد بھی نہیں بناتے۔

د۔ وہ جماعتیں اور گروہ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے قائم کیے جائیں:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کاموں میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر لازم کر دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَي الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

''اور چاہئے کہ رہے تم میں (ہمیشہ) ایک جماعت ایسے لوگوں کی۔ جو دعوت دیتے رہیں خیر کی طرف، معروف کا حکم دیتے رہیں اور منکر سے منع کرتے رہیں۔'' (آل عمران: ۱۰۴)

☆ أمر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر حال میں مسلمانوں پر فرض ہے خواہ خلافت موجود ہو یا نہ ہو۔ نیز چاہے اسلامی احکامات معاشرے یا حکومت میں نافذ ہوں یا نہ ہوں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کے زمانے میں، اور ان کے بعد آنے والوں کے عہد میں بھی موجود تھا۔ اور آخر زمانے تک یہ کام مسلمانوں پر فرض رہے گا۔

لیکن أمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام نہ تو خلافت کو قائم کرنے کا طریقہ ہے اور نہ زندگی، ریاست اور معاشرے میں دوبارہ اسلام کے نفاذ کا' اگرچہ یہ اسلامی طرزِ زندگی کے از سر نو آغاز کے عمل کا ایک جزو ہے۔ کیونکہ اس میں حکمرانوں کا محاسبہ، انہیں بھلائی کی ترغیب اور برائی سے منع کرنے جیسے کام پائے جاتے ہیں۔ لیکن اسلامی طرزِ زندگی کے دوبارہ آغاز کا کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام سے بہت مختلف ہے۔

☆ یہاں پر میں آپ کی توجہ اس فرق کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، جو أمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عمل اور منکرات کے ازالے کے عمل کے درمیان

ہے۔أمر بالمعروف اور نھی عن المنکر کا کام صرف قول (زبان) تک محدود ہے جبکہ منکرات کو مٹانے کا کام صرف زبان تک محدود نہیں' بلکہ اس میں اس سے بڑھ کر ہاتھ کا استعمال بھی شامل ہے، یعنی مادی قوت کا استعمال۔ اور اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا وہ قول ہے' جسے مسلمؒ نے ابوسعید الخدریؓ سے نقل کیا ہے:

(مَنْ رَایٰ مِنْکُمْ مُّنْکَراً فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّم یَستَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ)

''جو بھی تم میں سے کوئی منکر دیکھے تو ضروری ہے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (برا جانے) اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔''

☆ اور وہ منکر جو افراد سے سرزد ہو' اس کو مٹانے کیلئے ہاتھ کا استعمال تب ہی لازم ہو گا' جب اسے مٹانے کی قوت موجود ہو۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ تاکہ ہاتھ کا استعمال اس سے زیادہ شدید برائی کا باعث نہ بن جائے' مثلاً فتنہ، قتل اور اسلحے کا استعمال۔

یہ افراد سے سرزد ہونے والی برائی کو مٹانے کی بات تھی اور اس کا اس کام سے کوئی تعلق نہیں، جو کام خلافت کے قیام اور زندگی، حکومت اور معاشرہ میں اسلام کے دوبارہ نفاذ سے تعلق رکھتا ہے۔

☆ جہاں تک حکمران کا تعلق ہے تو اس کے خلاف ہاتھ کا استعمال -- جس کا ذکر حدیث میں آیا ہے -- نہیں ہو سکتا اور وہ اس حکم سے مستثنٰی ہے۔ کیونکہ احادیث کی رو سے حاکمِ وقت کی اطاعت اس وقت تک فرض ہے جب تک کہ وہ برائی کا حکم نہ دے۔ چاہے وہ ظلم کرے یا (لوگوں کے) حقوق کھائے۔ نیز ان احادیث کی رو سے حاکم کے خلاف تلوار کا استعمال ممنوع ہے مگر یہ کہ وہ کفر بواح (کھلم کھلا کفر) کا اظہار کرے۔ یعنی کافرانہ قوانین کے ذریعے حکومت کرے۔ مسلمؒ نے نافعؒ سے،

انہوں نے ابن عمرؓ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

(اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَالَمْ يُؤمَرْ بِمَعْصِيَّةٍ فَاِذَااُمِرَ بِمَعْصِيَّةٍ فَلَاسَمْعَ وَلَاطَاعَةَ)

''مسلمان پر پسندیدہ اور ناپسندیدہ (دونوں) احکام میں، (امیر کی) سمع و اطاعت لازم ہے، جب تک اسے معصیہ (اللہ کی نافرمانی) کا حکم نہ دیا جائے اور جب اسے معصیہ کا حکم دیا جائے تو پھر کوئی سمع واطاعت نہیں۔''

اور بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ كَرِهَ مِنْ اَمِيْرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ عَلَيهِ فَاِنَّهُ لَيسَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ خَرَجَ مِنَ السُّلطَانِ شِبْراً فَمَاتَ اِلَّامَاتَ مِيتَةَ جَاهِلِيَّةٍ)

''جس نے اپنے امیر سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھی تو لازم ہے کہ وہ اس پر صبر کرے کیونکہ لوگوں میں سے جس نے بھی امیر کی اطاعت سے بالشت برابر بھی خروج کیا اور وہ اس حالت میں مر گیا، تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔''

بخاریؒ نے عبداللہؓ سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَةً وَاُمُوْراًتُنْكِرُوْنَهَا' قَالُوا: فَمَاتَأمُرُنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَدُّوااِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ 'وَاسئَلُوااللّٰهَ حَقَّكُمْ)

''تم میرے بعد اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیا جانا اور ایسی باتیں دیکھو گے جنہیں تم ناپسند کرو گے''۔ انہوں نے پوچھا: ''تو اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہیں ان کا حق ادا کرنا اور اپنا حق اللہ تعالیٰ سے مانگنا۔''

اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے حکمرانوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے چاہے وہ ظلم

کریں یا حقوق غصب کریں، مگر اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں پر بھی یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ وہ ان کا محاسبہ، زبانی تنقید اور سخت الفاظ کے ذریعے روک ٹوک کیا کریں۔ کیونکہ مسلمانوں پر حکمران کی ذمہ داریوں پر باز پرس کرنے اور غلط کاموں پر ٹوکنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ام سلمہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

(اِنَّهُ يُستَعمَلُ عَلَيكُم اُمَرَاءُ فَتَعْرِفُونَ وَتُنكِرُونَ' فَمَنْ كَرِهَ بَرِيءَ' وَمَنْ اَنْكَرَ سَلِمَ' وَلٰكِنْ مَّنْ رَضِيَ وَتَابَعَ)

''تم پر ایسے امراء مقرر ہوں گے جن کے (بعض کاموں کو) تم معروف پاؤ گے اور (بعض کو) منکر۔ تو جس نے ناپسند کیا وہ بری الذمہ ہوا اور جس نے انکار کیا وہ (گناہ سے) محفوظ رہا۔ ماسوائے اس کے 'جو راضی ہوا اور تابعداری کی۔''

یعنی برائی کو ناپسند کرنا اسے بدلنا ہے 'اور جو اسے بدلنے پر قادر نہ ہوا اور دل میں اس پر انکار کرے تو وہ بھی محفوظ رہا۔ لیکن جو ان کے اس فعل پر راضی ہوا اور ان کی متابعت میں اس پر عمل بھی کیا تو نہ وہ بری الذمہ ہوا اور نہ محفوظ رہا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(سَيِّدُ الشُّهَدَآءِ حَمْزَةُ وَرَجُلٌ قَامَ اِلٰى اِمَامٍ جَائِرٍ فَنَصَحَهُ فَقَتَلَهُ)

''شہداء کے سردار حمزہؓ ہیں اور وہ شخص جس نے ظالم حکمران کے سامنے کھڑے ہو کر اسے نصیحت کی تو اس نے اسے قتل کر دیا۔''

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

(اَفْضَلُ الجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ تُقَالُ عِنْدَ ذِیْ سُلْطَانٍ جَائِرٍ)

''ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق (سچی بات) کہنا افضل ترین جہاد ہے۔''

☆ جہاں تک برائی کا ارتکاب کرنے پر حکمران کے خلاف مادی قوت کے استعمال اور اس کے سامنے اسلحہ لے کر اس سے قتال (جنگ) کرنے کا تعلق ہے تو

شارع (اللہ تعالیٰ) نے اس سے منع فرمایا ہے۔ سوائے ایک حالت میں، کہ جب حکمران کفر بواح (کھلم کھلا کفر) کا اظہار کرے، یعنی جب وہ کفریہ قوانین کے ذریعے حکومت کرے، یا ملک میں کفر کی کھلے عام موجودگی پر سکوت اختیار کرے۔ تو اس حالت میں اسے کافرانہ قوانین چھوڑنے پر مجبور کرنے کے لئے اس سے قتال کرنا، اس کی مخالفت کرنا اور اس کے خلاف ہتھیار اٹھانا فرض ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ کافرانہ قوانین سے باز نہیں آتا تو پھر اسے حکومت سے ہٹانے کے لئے اس کے خلاف ہتھیار اٹھانا اور قِتال کرنا لازم ہوگا۔ تاکہ شرعی قوانین کا دوبارہ نفاذ ہو سکے۔ جیسا کہ ام سلمہؓ کی حدیث میں آیا ہے:

(......قَالُوا يَارَسُولَ اللّٰهِ اَفَلَانُقَاتِلُهُمْ ؟قَالَ: لَا،مَاصَلُّوا)

''......انہوں نے (یعنی صحابہؓ نے) عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم ان سے قتال نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں جب تک کہ وہ نماز پڑھیں۔''

ایک دوسری روایت میں ہے۔

(......اَلَّا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: لَامَاصَلُّوا)

''...... کیا ہم ان سے قتال نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں جب تک کہ وہ نماز پڑھیں۔''

عوفؓ بن مالک کی حدیث میں ہے:

(......قِيْلَ يَارَسُولَ اللّٰهِ: اَفَلَانُنَابِذُهُمْ بِالسَّيفِ؟ فَقَالَ: لَا،مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلَاةَ)

''پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم ان کے ساتھ تلوار سے جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں جب تک وہ تم لوگوں میں نماز کو قائم رکھیں۔''

اور نماز کو قائم رکھنے سے مراد اسلام کے تمام احکامات کو قائم رکھنا ہے۔ یہاں پر جزو بول کر کل مراد لیا گیا ہے۔ اور عبادہؓ بن الصامت کی حدیث میں آیا ہے:

(......وَاَنْ لَّانُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهُ اِلَّااَنْ تَرَوْا كُفْراً بَوَاحاً عِنْدَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ)

''...... اور یہ کہ ہم امراء سے نہ لڑیں، مگر جب تک کہ تم کفراً بواحاً (کھلم کھلا کفر) دیکھو جس میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے برہان (واضح دلیل) ہو۔''

اور طبرانی میں '' کفراً بواجاً '' کی جگہ ''کفراً صراحاً'' کے الفاظ آئے ہیں۔اور مسند احمد کی روایت میں ہے:

(...... مَالَمْ يَأمُرْكَ بِاِثْمٍ بَوَاحٍ)

''......(تم اس وقت تک اس کے خلاف قِتال نہ کرو) جب تک وہ کھلے عام تمہیں اثم (گناہ) کا حکم نہ دے۔''

یہ تمام احادیث اس وقت حکمران کے خلاف اسلحہ اٹھانے اور اس سے جنگ کرنے کو فرض قرار دیتی ہیں' جب وہ ایسے کفراً بواحاً (کھلم کھلا کفر) کا اظہار کرے جس کے بارے میں ہمارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل ہو، یعنی وہ کافرانہ قوانین کے ذریعے حکومت کرے۔

☆ البتہ حاکم کے خلاف اسلحہ اٹھانا اس سے جنگ کرنا اور حکومت چھیننا تب واجب ہوتا ہے جب غالب گمان کے مطابق (امت کے پاس) اسے ہٹانے کی طاقت پائی جاتی ہو۔ کیونکہ احادیث کے مطابق برائی کو ہاتھ سے روکنا اور کفر بواح (کھلم کھلا کفر) کی صورت میں حکمران کے خلاف ہتھیار اٹھانا استطاعت کے موجود ہونے سے مشروط ہے۔جیسا کہ حدیث کے الفاظ ہیں:

''اگر (ہاتھ سے روکنے کی) استطاعت نہ ہو تو زبان سے۔''

اور استطاعت نہ ہونے کی صورت میں ان کے خلاف نہ ہتھیار اٹھانا واجب ہے اور نہ جنگ کرنا۔ اس صورت میں صرف قوت کی تیاری اور اصحابِ قوت و طاقت

سے نصرت طلب کرنے کا کام کیا جائے۔ یہاں تک کہ استطاعت حاصل ہو جائے۔ پھر اس حکمران کے خلاف ہتھیار اٹھانا اور اسے راستے سے ہٹانا واجب ہو جاتا ہے۔

☆ البتہ حکمران کے خلاف ہتھیار اٹھانا اور جنگ کرنا اس وقت فرض ہوتا ہے جب دار، دار الاسلام ہو، اور اس میں اسلام کے احکامات نافذ ہوتے ہوں۔ نیز حاکمِ وقت کا کفر بواح کے ساتھ حکومت کرنا ظاہر ہو جائے۔ کیونکہ عبادہؓ ابن الصامت کی حدیث میں یوں آیا ہے: (إلا أن تروا كفراً بواحاً) ''مگر یہ کہ تم کفر بواح دیکھو۔'' اور طبرانی کی روایت میں آیا ہے: (إلا أن تروا كفراً صراحاً) ''مگر یہ کہ تم کفرِ صریح دیکھو۔'' یعنی تم کفر بواح یا کفر صریح دیکھ لو جسے تم پہلے نہیں دیکھتے تھے۔ جس کا مطلب ہے کہ پہلے تو اسلام نافذ تھا لیکن اس کے بعد حاکم کا کفر بواح یا کفر صریح کے ذریعے حکومت کرنا واضح ہو جائے۔

☆ اور اگر دار، دار الکفر ہو اور اسلامی قوانین نافذ نہ ہوں، تو پھر مسلمانوں پر (کفر کے ساتھ) حکومت کرنے والے حکمران کو ہٹانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں نصرت کے اس طریقے کو اختیار کیا جاتا ہے جسے آپ ﷺ نے اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالنے اور اسلامی قوانین کے نفاذ کیلئے اختیار فرمایا۔

ھ: وہ گروہ اور جماعتیں جو معاشرے کی اصلاح کیلئے اچھے اخلاق کی طرف دعوت کا کام کرتی ہیں:

اخلاقِ فاضلہ (اچھے اخلاق) کی طرف دعوت بھلائی کی دعوت کا کام ہے جس کا اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے۔ البتہ اخلاقِ فاضلہ کی دعوت، اسلامی احکامات میں سے ایک جزو پر عمل کرنے کی دعوت ہے، جبکہ دعوت میں یہ فرض ہے کہ وہ اسلام کے تمام احکام پر عمل کرنے کی طرف ہو، اور انہیں زندگی، حکومت اور معاشرے میں نافذ کرنے کیلئے ہو۔ نیز اخلاقِ فاضلہ کی دعوت شریعت کے ان انفرادی احکامات کی دعوت ہے، جن کا تعلق ایک فرد سے ہے۔ اور یہ دعوت بالعموم تمام احکام

کی طرف نہیں ٗجن کا تعلق زندگی، ریاست اور معاشرے میں پوری امت کے ساتھ ہوتا ہے۔

اخلاقِ فاضلہ کی طرف دعوت سے نہ تو معاشرے کی اصلاح ہو سکتی ہے اور نہ امت نھضہ یعنی نشأۃ ثانیہ (مجموعی ترقی) حاصل کر سکتی ہے۔ کیونکہ معاشرے کی اصلاح اس میں موجود غالب افکار واحساسات کی اصلاح سے ہو سکتی ہے جو اس معاشرے پر غالب ہوں ٗاور اس کے ساتھ ساتھ اُس نظام کی اصلاح سے ٗجو اس میں نافذ ہو۔ یعنی اس عرف عام کی اصلاح سے ٗ جو معاشرے میں جاری ہو۔ کیونکہ معاشرہ افراد ٗ احساسات اور نظام سے مرتب ہوتا ہے اور اس کی اصلاح بھی انہیں ترکیبی عناصر کی اصلاح سے ممکن ہے۔ یعنی ایک تو افراد کے افکار واحساسات کی اصلاح کے ذریعے افراد کی اصلاح ٗاور دوسرا معاشرے میں رائج نظام کی اصلاح سے۔

اسی طرح یہ بات بھی ہے کہ اخلاق کی طرف دعوت سے امت نھضہ حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ جس چیز سے نھضہ حاصل ہوتا ہے وہ دراصل فکری بلندی ہے۔ یورپ وامریکہ کو دیکھتے ہوئے آپ کہہ سکتے ہیں کہ وہ نا ھض (ترقی یافتہ) ہیں، لیکن ان کا یہ نھضہ (ترقی) غیر صحیح ہے۔ کیونکہ صحیح نھضہ (ترقی) وہ ہے جس میں فکری بلندی روح کی بنیاد پر حاصل ہو (یعنی روح سے مراد انسان کا اپنے خالق کے ساتھ تعلق کا ادراک ہے)۔ جبکہ یورپ اور امریکہ نا ھض (ترقی یافتہ) ہونے کے باوجود اخلاقی لحاظ سے پستی کا شکار ہیں۔ اخلاقی اقدار سے عاری ہیں اور چوپایوں اور حیوانوں کی سی زندگی گزار رہے ہیں۔

اخلاقِ فاضلہ کی دعوت مسلمانوں کے قضیہ مصیریہ (زندگی اور موت کا مسئلہ) کے حل کی طرف دعوت نہیں ہے اور نہ یہ اس غایت تک پہنچنے کا طریقہ ہے جس کے حصول کیلئے جدوجہد کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ اور وہ غایت خلافت کا قیام ہے۔ نیز زندگی، ریاست اور معاشرے میں اسلام کا دوبارہ نفاذ اور ایک پیغام کے

طور پر اسے (اسلام کو) دعوت وجہاد کے ذریعے پوری دنیا کے سامنے پہنچانا ہے۔

بے شک مسلمانوں کے قضیه مصیریه کا حل اور اس ہدف کا حصول، جس کیلئے جدوجہد مسلمانوں پر فرض ہے، اور وہ غایت، جس کے حصول کیلئے کوشش کرنا ان پر فرض ہے، جو زندگی، ریاست اور معاشرے میں اسلامی قوانین کے دوبارہ نفاذ و اجراء کیلئے خلافت کے قیام اور دعوت وجہاد کے ذریعے پورے عالم میں اسلام کو پہنچانا ہے، یہ سب باتیں مسلمانوں کیلئے فرض قرار دیتی ہیں کہ وہ ایسی سیاسی احزاب (پارٹیاں) قائم کریں جو اسلامی فکر کی بنیاد پر وجود میں آئیں اور سیاسی طور پر خلافت کے قیام اور اللہ کے نازل کردہ احکام کے دوبارہ نفاذ کیلئے کام کریں۔

چنانچہ مسلمانوں کے اس قضیه مصیریه کے تعیّن کے بعد اور اس غایت کے تعیّن کے بعد، جس کے لئے جدوجہد مسلمانوں پر فرض ہے، حزب التحریر کا قیام عمل میں آیا۔

☆ حزب التحریر ایک ایسی سیاسی جماعت ہے جس کا مبدأ (عقیدہ اور اِس سے نکلنے والا نظام) اسلام ہے۔ تو سیاست اس کا عمل ہے اور اسلام ہی اس کا مبدأ ہے۔ وہ امت میں اور اُس کے ساتھ مل کر اس لئے سرگرمِ عمل ہے تا کہ امت زندگی، ریاست اور معاشرے میں اسلام کی واپسی کو اپنا قضیه مصیریه بنائے اور وہ (حزب التحریر) خلافت کے قیام اور اللہ کے نازل کردہ احکام کے دوبارہ نفاذ کیلئے امت کی راہ نمائی کا کام کر سکے۔

☆ حزب التحریر ایک سیاسی پارٹی ہے جو اسلامی فکر کی بنیاد پر قائم ہے۔ نہ تو یہ روحانی اور راہبانی گروہ ہے اور نہ سائنسی اور تعلیمی، اور نہ خیراتی کام کرنے والوں کی پارٹی۔ اسلامی فکر ہی حزب التحریر کے جسم کی روح ہے اور اسی فکر پر حزب قائم ہے۔ نیز یہی فکر اس کے تمام افراد میں (عملی طور پر) بھی پائی جاتی ہے۔ حزب التحریر پوری امت کو اسی فکر کی طرف اور اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتی ہے اور اپنے ساتھ اس فکر کا

پر چار کرتی ہے۔ تا کہ یہ فکر زندگی، ریاست اور معاشرے میں عملی طور پر قائم ہو جائے۔ یہی فکر حزب التحریر کے جسم کی روح، اس کی زندگی کا راز اور اس کے افراد کے درمیان قائم وہ رابطہ ہے' جو انہیں آپس میں جوڑتا ہے۔

حزب التحریر کی غرض وغایت اسلامی زندگی کے ازسرِ نو آغاز کا بیڑہ اٹھانا ہے۔یعنی مسلمانوں کے قضیہ مصیریہ کا حل ہے۔ اسلامی زندگی کے ازسرِ نو آغاز سے مراد مسلمانوں کو دارالاسلام میں قائم ایک اسلامی معاشرے میں اسلامی طرزِ حیات کی طرف پھیرنا ہے' جہاں اسلامی افکار اور احساسات ہی غالب ہوں اور جہاں اسلامی نظام اور شرعی احکام اس انداز میں نافذ ہوں کہ زندگی کے تمام معاملات شرعی احکام کے مطابق چلائے جاتے ہوں۔ جہاں حلال وحرام کو مدنظر رکھا جائے، اور یہ سب کچھ ایک اسلامی حکومت کے زیرِ نگیں ہونا چاہئے۔ یہی دولتِ خلافت ہے' جس میں مسلمان ایک خلیفہ مقرر کرکے اس کے ہاتھ پر سمع واطاعت کی بیعت اس شرط پر کریں گے کہ وہ (خلیفہ) کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق اُن پر حکومت کرے گا اور دعوت و جہاد کے ذریعے دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچانے کا بیڑہ اٹھائے گا۔ حزب التحریر کا ہدف یہ بھی ہے کہ اُمتِ مسلمہ صحیح نهضه حاصل کرسکے جو اسلامی عقیدے پر مبنی روشن فکر کے ذریعے ہو۔ علاوہ ازیں حزب التحریر اس کے لئے بھی کوشاں ہے کہ امتِ مسلمہ کو سابقہ عزت اور شان وشوکت دوبارہ حاصل ہو جائے۔ نیز دوسری ریاستوں، امتوں اور اقوام کے اثر سے بھی یہ چھٹکارا پالے اور پورے عالم میں صفِ اول کی ریاست بن جائے۔ جیسا کہ وہ ماضی میں تھی' اور دنیا کے معاملات کی دیکھ بھال اسلام کے احکامات کے مطابق کرتی تھی۔

اسی طرح حزب التحریر کے اہداف میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ اسلام کو بطورِ پیغام تمام دنیا تک لے کر جائے اور کفر اور اس کے نظاموں اور افکار کے ساتھ جنگ میں امت کی قیادت کرے' یہاں تک کہ روئے زمین پر اسلام کا پیغام پہنچ جائے۔

☆ حزب التحریر کا کام آج کے مسلمان ممالک کے فاسد معاشرے کو بدلنے کیلئے اسلامی دعوت کا بیڑہ اٹھانااور وہاں پر موجود غیر اسلامی افکار کی جگہ اسلامی افکار کو پھیلا کر اُسے اسلامی معاشرے میں تبدیل کرنا ہے۔ یہاں تک کہ یہ (اسلامی افکار) لوگوں کی عام رائے بن جائیں اور ان کے مفاہیم اتنے راسخ ہو جائیں کہ یہ مفاہیم انہیں اسلام کے نفاذ پر مجبور کردیں اور لوگ ان کے تقاضوں کو پورا کریں۔ نیز (حزب کا کام) وہاں پر موجود غیر اسلامی احساسات کو اسلامی احساسات میں بدلنا ہے۔ تاکہ لوگ اس کام میں راضی ہوں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو خوش کردے، اور اس کام سے غیظ و غضب میں آجائیں جو اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرے۔ نیز (حزب کا کام یہ بھی ہے کہ) وہ اس معاشرے میں قائم غیر اسلامی تعلقات کو اسلامی تعلقات میں بدل دے' جو اسلامی احکامات اور معالجات کے مطابق ہوں۔

☆ یہ سارے' کام جو حزب کررہی ہے' سیاسی نوعیت کے ہیں۔ کیونکہ ان اعمال کے ذریعے حزب لوگوں کے امور کی شرعی احکامات اور معالجات کے مطابق دیکھ بھال کرتی ہے۔ چونکہ سیاست اسی کا نام ہے کہ لوگوں کے امور (معاملات) کی اسلامی احکامات و معالجات کے مطابق دیکھ بھال کی جائے۔

حزب کے ان سیاسی اعمال میں جو بات واضح ہے' وہ امت کو اسلامی ثقافت میں رنگنا ہے' تاکہ وہ اسلام میں جذب ہو جائے۔ نیز امت کو فاسد عقائد، غلط افکار اور مفاہیم سے پاک کرنا اور کافرانہ افکار و آراء کے اثر سے نجات دلانا ہے۔ مزید برآں حزب کے سیاسی اعمال میں وہ فکری جنگ بھی واضح ہے' جو وہ کافرانہ افکار اور نظاموں نیز غلط افکار، فاسد عقائد اور غلط مفاہیم کے خلاف لڑ رہی ہے۔ جس میں وہ اس کے فساد اور غلطی کو واضح کرتی ہے اور اس بارے میں اسلام کے حکم کو بھی بیان کرتی ہے۔

اسی طرح حزب کے سیاسی اعمال میں وہ جدوجہد بھی شامل ہے جس میں وہ ان کافر ریاستوں کے خلاف مصروفِ عمل ہے' جن کا اسلامی ممالک میں اثر و رسوخ ہے۔

تا کہ امت مسلمہ کو ان کے غلبے اور اثر و رسوخ سے آزاد کر سکے اور ان کی فکری، ثقافتی، سیاسی اور عسکری جڑوں کو اور ان کے نظاموں کو تمام اسلامی ممالک سے اکھاڑ کر پھینک سکے۔

☆ نیز حزب کی یہ جدوجہد عالم اسلام، بشمول عالم عرب کے، حکمرانوں کی سرزنش کرنے، امت کے ساتھ ان کی خیانتوں کو ظاہر کرنے، امت کے خلاف ان کی سازشوں کو بے نقاب کرنے، ان کا محاسبہ کرنے اور ان کے افعال کو تبدیل کرنے کی صورت میں بھی واضح اور نمایاں ہے۔ اور یہ جدوجہد ان حکمرانوں کی تبدیلی پر بھی مشتمل ہے کیونکہ انہوں نے امت کے بارے میں اپنے فرائض سے لاپرواہی برتی، امت کے امور کی نگرانی میں کوتاہی سے کام لیا، اسلامی احکامات کی مخالفت کی اور کافرانہ قوانین کو نافذ کیا۔

چنانچہ حزب کا پورا عمل ایک سیاسی عمل ہے، نہ کہ تعلیمی عمل۔ کیونکہ وہ کوئی مدرسہ ہے اور نہ اس کا کام وعظ وارشاد ہے۔ بلکہ حزب کا عمل ایک سیاسی جدوجہد ہے، جو اسلام کے افکار، قوانین اور معالجات کو عملی زندگی، ریاست اور معاشرے میں رُوبہ عمل لانے کیلئے کی جارہی ہے۔

حزب اسلام کی دعوت کا بیڑہ اس انداز میں اٹھائے ہوئے ہے کہ اس کا عملی نفاذ ہوسکے۔ نیز عقیدہ ہی ریاست، دستور اور تمام قوانین کا اصل اور بنیاد بن سکے۔

حزب التحریر نے اس پر اکتفاء نہیں کیا کہ وہ صرف اجمالی شکل میں اسلامی سوچ پر قائم ہو، بلکہ اس نے امت اور اس کی موجودہ صورتِ حال، اسلامی ممالک میں معاشرے کی حالت، رسول اللہ ﷺ کے زمانے کی صورتِ حال، آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدینؓ اور تابعینؒ کے زمانے کے حالات، ابتدائے رسالت سے لے کر مدینہ منورہ میں ریاست کے قیام تک اسلام کی تاریخ اور اس کی دعوت کا انداز اور مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے کام کرنے کے انداز کا بغور مطالعہ کیا۔ نیز کتاب وسنت کی طرف

رجوع کیا اور اجماع صحابہ اور قیاس کی طرف بھی، جن کی دلیل قرآن وسنت سے ملتی ہے اور صحابہؓ، تابعینؒ اور ائمۃ مجتہدین کے اقوال سے بھی استفادہ کیا۔

اس جدوجہد کے بعد حزب التحریر نے ایسے افکار وآراء اور تفصیلی احکامات کی ''تبنی'' کی (یعنی اختیار کئے) جن کا تعلق اسلامی فکر اور اس کے نفاذ کے طریقہ سے تھا اور یہ افکار وآراء اور احکامات صرف اور صرف اسلامی ہیں، اور ان میں کوئی چیز بھی غیر اسلامی نہیں اور نہ یہ کسی غیر اسلامی چیز سے متاثر شدہ ہیں۔ بلکہ یہ خالصتاً اسلامی ہیں۔ ان کے استنباط میں اسلام کے اصول اور نصوص کے سوا کسی اور چیز پر انحصار نہیں کیا گیا۔ حزب نے اپنے اجتہاد اور سمجھ کے مطابق محض قوتِ دلیل کی بنیاد پر ان کی ''تبنی'' کی ہے۔ لہٰذا حزب انہیں صحیح سمجھتی ہے، لیکن غلطی کے امکان کے ساتھ۔

حزب نے ایسے افکار وآراء اور احکام کو اختیار کیا ہے جن کا اختیار کرنا ایک جماعت کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک سیاسی جماعت تب ہی جماعت کہلانے کی مستحق ہوتی ہے، جب وہ فکر اور طریقہ کی تفصیلات کی ایسی واضح ''تبنی'' کرے، جو اسلامی طرزِ زندگی کے از سر نو آغاز اور خلافت اور خلیفہ کے قیام کے ذریعے دعوتِ اسلامی کے کام کو سرانجام دینے کیلئے لازمی ہوں۔ نیز اس سے واضح ہوا کہ یہ افکار و آراء اور احکام اس حقیقت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں کہ اسلام، زندگی کے لئے ایک مبدأ ہے، جو عقیدہ اور نظام پر مشتمل ہے اور جس میں اس زندگی کی تمام انسانی مشکلات کا حل موجود ہے۔

یہ (افکار، آراء اور احکامات کی ''تبنی'') حزب کو ایک معیّن شکل دیتی ہے۔ یہی افکار وآراء اور احکام حزب کے افراد کے درمیان رابطے کا کام دیتے ہیں۔ نیز حزب کی اکائی اور اس کے افکار کی وحدت کے محافظ بھی ہیں۔ تاکہ حزب امت کو ان افکار و آراء اور احکام پر جمع کر سکے، کیونکہ وہ ان کو صحیح خیال کرتی ہے۔ تاکہ امت بھی ان کو اپنے افکار وآراء اور احکام کے طور پر اپنا لے۔ ان پر عمل کرے اور حزب کے ساتھ

مل کران کو زندگی، ریاست اور معاشرے میں نافذ کرنے کی کوشش کرے۔

اسی ''تبنی'' نے ان افکار وآراء اور احکام کو عالمِ اسلام ٗ بشمول عرب ممالک کے ٗ بلکہ پوری دنیا میں حزب کے افکار کے نام سے متعارف کرایا۔

یہ تمام افکار وآراء اور احکام ٗ جن کی حزب نے ''تبنی'' کی ہے ٗ اس کی کتابوں اور بڑی تعداد میں نشرات (پمفلٹوں) میں موجود ہیں ٗ جنہیں حزب نے امت کے لئے شائع کر دیا۔

جہاں تک حزب کی دعوت کے طریقہ کار اور تبدیلی لانے کیلئے حکمت عملی کے ''تبنی'' کا تعلق ہے ٗ جس پر چل کر خلافت کے قیام، اللہ کے نازل کردہ حکم کے اعادہ اور اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک پیش کیا جاسکے ٗ تو اس بارے میں حزب نے شرعی حکم اور رسول ﷺ کے اس طریقہ کار کا سختی سے التزام کیا ہے ٗ جسے آپ ﷺ نے ریاست کے قیام، ریاست اور معاشرے میں شرعی احکامات کے نفاذ اور دعوت کے کام کیلئے اپنایا تھا۔

اور یہ اس لئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کو شرعی احکامات کی پیروی ٗ رسول ﷺ کے اتباع اور ہر اس چیز پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے ٗ جو رسول ﷺ اپنے رب کی طرف سے لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً﴾

''یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لئے ٗ جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے روز سے امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔'' (الاحزاب: ۲۱)

نیز فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾

''(اے نبی ﷺ) کہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔''
(آلِ عمران: ۳۱)

ایک جگہ اور فرمایا:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾

''اور تمہیں رسول ﷺ جو کچھ دیں اسے پکڑ لو اور جس سے روکیں تو اس سے باز آجاؤ۔'' (الحشر: ۷)

ان کے علاوہ دیگر کئی آیات ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے' آپ ﷺ سے رہنمائی حاصل کرنے اور آپ ﷺ ہی سے (احکام) اخذ کرنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔

حزب کو اس بات کا مکمل احساس ہے کہ رسول اللہ ﷺ کفار کو دعوت دیا کرتے تھے۔ جبکہ آج ہم مسلمانوں کو دعوت دے رہے ہیں کہ وہ اسلام کے احکامات کی پابندی کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے دوبارہ نفاذ کیلئے ہمارے ساتھ مل کر کام کریں۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آج کے اسلامی ممالک کا شمار دارالاسلام میں نہیں ہوتا' اور وہ معاشرہ' جس میں موجودہ مسلمان زندگی گزار رہے ہیں' ایک غیر اسلامی معاشرہ ہے۔

اس لئے حزب کی کوشش ہے کہ اسلامی ممالک کو دارالاسلام میں تبدیل کرے اور ان میں موجود معاشرے کو ایک اسلامی معاشرے میں بدل دے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ (دارالکفر) کو اسلام میں بدلنے کے لئے اور جاہلی معاشرے کو اسلامی معاشرے میں تبدیل کرنے کے لئے کوشش کی۔ مذکورہ بالا باتوں کی بناء پر حزب نے اپنے مشن اور دعوت کے کام کو سرانجام دینے کیلئے مندرجہ ذیل خطوط کا انتخاب کیا ہے:

۱۔ حزب التحریر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل میں دعوت کے بیڑے کو اٹھانے کے لئے قائم ہوئی کہ جس میں اس نے فرمایا:

﴿وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٌ يَدۡعُونَ إِلَى الۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِالۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنكَرِ﴾

''اور تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہیئے جو بھلائی کی طرف دعوت دے۔ نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔'' (آل عمران:۱۰۴)

علاوہ ازیں حزب کے قیام کی دوسری وجہ اس شرعی حکم کی تکمیل ہے جو مسلمانوں کو اسلامی احکام کے مطابق عمل کرنے اور ان کو اپنی زندگی، ریاست اور معاشرے میں دوبارہ نافذ کرنے کو فرض قرار دیتا ہے۔ حزب دعوت کا کام صرف قیام بالواجب (فقط ایک فرض کی ادائیگی) کے طور پر ہی نہیں کرتی' بلکہ اس لئے بھی کرتی ہے کہ خلافت کے قیام اور شریعت کے دوبارہ نفاذ کو یقینی بنایا جاسکے۔

۲۔ حزب اپنے تمام تصورات اور اعمال میں شرعی حکم کی پابندی کو لازمی قرار دیتی ہے۔ اور دیگر مبدؤں، افکار، واقعات و حوادث پر حکم صادر کرنے کے لئے شرعی حکم ہی کو بنیاد بناتی ہے اور تمام تصرفات و اعمال کے لئے حلال و حرام کو کسوٹی قرار دیتی ہے اور اس بات پر بھی ایمان رکھتی ہے کہ سیادت صرف اور صرف اسلام ہی کو حاصل ہے اس کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔

اس لئے حزب نے جرأت، صراحت اور وضاحت کو اپنے لئے لازم ٹھہرالیا ہے۔ نیز ہر اس چیز کو چیلنج کرنے کو بھی' جو اسلام سے متناقض ہو' خواہ اس کا تعلق مبدأ سے ہو یا ادیان سے، عقائد سے ہو یا افکار سے، مفاہیم سے ہو یا نظام سے، عادات سے ہو یا رسم و رواج سے' اور چاہے اس وجہ سے اسے لوگوں کی شدید ناراضی یا انتقام کا نشانہ ہی کیوں نہ بننا پڑے۔ حزب اسلام کے معاملے میں نہ کسی سے سمجھوتہ کرتی ہے اور نہ کسی کی خوشامد۔ علاوہ ازیں حزب لوگوں کو' جو دیگر عقائد، افکار، مبادی اور ادیان اپنائے

ہوئے ہیں، یہ نہیں کہتی کہ ''جس پر تم چل رہے ہو اسی پر قائم رہو'' بلکہ وہ ان سے یہ سب چھوڑنے کا مطالبہ بھی کرتی ہے، کیونکہ صرف اسلام ہی صحیح ہے۔ یہ اس لئے کہ حزب سمجھتی ہے کہ اسلام کے سوا تمام ادیان جیسے یہودیت اور نصرانیت اور تمام مبادی جیسے اشتراکیت، کمیونزم اور سرمایہ داری کفر کے ادیان اور مبادی ہیں۔ اور یہ کہ یہود و نصاریٰ کافر ہیں اور جو کوئی سرمایہ داری، اشتراکیت یا کمیونزم پر یقین (ایمان) رکھتا ہے وہ بھی کافر ہے۔ اور حزب یہ بھی سمجھتی ہے کہ قوم، وطن اور مذہبی گروہ بندی کی بنیاد پر دعوت دینا اسلام میں حرام ہے۔

نیز وہ اس چیز کو مسلمانوں کے لئے حرام سمجھتی ہے کہ وہ ایسی جماعتیں تشکیل دیں جو سرمایہ داری، کمیونزم، اشتراکیت، لادینیت یا فسطائیت کی دعوت دیں، یا قومیت، وطنیت اور مذہبی گروہ بندی کا، یا اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا پرچار کریں، یا وہ اس قسم کی جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت کے ساتھ منسلک ہوں۔

اسی طرح حزب نہ تو حکام کی چاپلوسی کرتی ہے اور نہ خوشامد کی قائل ہے اور نہ ان کی اتباع کا اظہار کرتی ہے۔ چاہے وہ ان کے دساتیر کی شکل میں ہوں یا قوانین کی شکل میں۔ اور نہ وہ اس اَمر کو بہانہ بناتی ہے کہ ان کی اتباع سے پارٹی کو دعوت کا بیڑا اٹھانے میں مدد ملے گی۔ جبکہ شرعاً یہ جائز ہی نہیں کہ کسی فرض کی ادائیگی میں حرام ذرائع استعمال کئے جائیں۔ بلکہ حزب ان کا محاسبہ کرتی ہے اور ان پر کڑی تنقید کرتی ہے، اور یہ سمجھتی ہے کہ جن نظاموں کو یہ نافذ کر رہے ہیں وہ کافرانہ ہیں، اور ان کو مٹا کر ان کی جگہ اسلامی احکامات کو لاگو کرنا ان پر فرض ہے۔ اسی طرح وہ ان (حکام) کو ظالم اور فاسق سمجھتی ہے۔ کیونکہ وہ کافرانہ قوانین کے ذریعے حکومت کرتے ہیں۔ اور اس کو بھی کافر سمجھتی ہے جو اسلام کی (موجودہ دور میں نفاذ کی) صلاحیت یا اس کے احکام میں سے کسی ایک حکم کی صلاحیت کا انکار کرے۔

اسی طرح حزب ان کے ساتھ حکومت میں شرکت کو قبول نہیں کرتی،

کیونکہ یہ کفر کی حکومت میں شرکت ہوگی' جو مسلمانوں کے لئے حرام ہے۔ نیز یہ بھی قبول نہیں کرتی کہ اقتصادی، تعلیمی، اجتماعی یا اخلاقی میدان میں اصلاح کے لئے ان سے تعاون کرے۔ کیونکہ اس قسم کا تعاون ظالموں کی مدد' ان کی مضبوطی اور ان کے کافرانہ اور فاسد نظاموں کو طول دینے کے مترادف ہے۔ بلکہ حزب ان حکام اور ان کے کافرانہ نظاموں کو، جنہیں وہ مسلمانوں پر نافذ کر رہے ہیں، جڑ سے اکھاڑ دینے کے لئے کوشاں ہے' تاکہ ان کی جگہ پھر سے اسلامی قوانین کا نفاذ ہو سکے۔

۳۔ حزب پورے کے پورے اسلام کے نفاذ کے لئے جدوجہد کر رہی ہے۔ خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے، اخلاق سے ہو یا نظام سے، تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول پر عمل ہو سکے:

﴿وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاأَنْزَلَ اللّٰهُ﴾

''اور تم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (قانون) کے مطابق ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔'' (المائدۃ:۴۹)

نیز اللہ تعالیٰ کے اس قول پر بھی:

﴿وَمَاآتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

''جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دیں وہ لے لو۔ اور جس چیز سے وہ تمہیں روک دیں' اس سے رک جاؤ۔'' (الحشر:۷)

دونوں آیتوں میں لفظ ''ما'' عموم پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے یہ حکم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ تمام احکام اور نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے تمام اوامر کو شامل کرتا ہے۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ تمام احکام اور نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے تمام احکامات کا عملی طور پر نفاذ فرض ہے۔ نہ تو ایک حکم اور دوسرے حکم کے درمیان کوئی فرق ہے اور نہ ایک فرض اور دوسرے فرض کے درمیان۔ اور نہ ایک حرام اور دوسرے حرام کے درمیان فرق روا رکھنا چاہئے۔ بلکہ تمام کا نفاذ فرض ہے۔ اور یہ جائز

نہیں ہے کہ بعض کا نفاذ ہو اور بعض کو چھوڑ دیا جائے' یا ان کے نفاذ میں تدریج سے کام لیا جائے۔ کیونکہ ہم تمام احکام کو نافذ کرنے کے شرعاً مکلّف ہیں۔ اس لئے ان تمام احکام کا عملی نفاذ بھی یکبارگی فرض ہے۔

اور اگر موجودہ صورتِ حال اسلام کے خلاف ہو' تو کسی بھی صورت یہ جائز نہیں ہے کہ اسلام کی بذاتِ خود تاویل کر دی جائے' تاکہ وہ موجودہ صورت حال کے مطابق ہو جائے۔ یہ اسلام میں تحریف ہے۔ بلکہ لازم یہ ہے کہ صورتِ حال کو تبدیل کر کے اسے اسلام کے موافق اور شرعی احکامات کے مطابق بنایا جائے۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت سے لے کر ریاست کے قیام تک، دارالکفر کو دارالاسلام میں بدلنے تک اور جاہلی معاشرے کو اسلامی معاشرے میں تبدیل کرنے تک جو طریقہ اپنایا۔

اسی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حزب نے اپنا طریقہ کار تین مراحل میں تقسیم کیا ہے:

پہلا مرحلہ: تثقیف کا مرحلہ، تاکہ ایسے افراد پیدا کیے جائیں جن کو حزب کی فکر اور طریقہ پر ایمان ہو اور اس کے نتیجے میں ایک منظّم پارٹی وجود میں آ سکے۔

دوسرا مرحلہ: امت کے ساتھ تفاعل (یعنی امت کے ساتھ مل کر کام کرنے) کا مرحلہ، تاکہ امت اسلام کو لے کر اٹھے۔ یہاں تک کہ وہ اسے اپنا ایک مسئلہ سمجھے اور زندگی، ریاست اور معاشرے میں اسے عملی صورت دینے کیلئے کام کرے۔

تیسرا مرحلہ: حکومت کو قبول کرنے، پورے اسلام کو مکمل طور پر نافذ کرنے اور اسے پوری دنیا میں پیغام کے طور پر پہنچانے کا مرحلہ۔

پہلا مرحلہ تاسیسی مرحلہ ہے، اس میں تخم ریزی ہوتی ہے اور فکر

اور طریقہ کی طرف رہنمائی کے بعد پہلا حلقہ وجود میں آتا ہے۔ اور یہیں سے یہ پہلا حلقہ امت کے افراد کے ساتھ انفرادی طور پر رابطے کی ابتداء کرتا ہے اور اس کے سامنے فکر اور طریقہ پیش کرتا ہے۔ جو شخص اسے قبول کر لے تو اسے گہرے مطالعہ کے لئے حلقات میں منظّم کیا جاتا ہے' یہاں تک کہ وہ ''تبنی'' کیے گئے اسلامی افکار اور احکام کو اپنے اندر جذب کر کے ایک اسلامی شخصیت بن جائے۔ اسلامی عقلیت سے بہرہ مند ہو کر وہ افکار و واقعات اور حادثات کو اسلام کے نقطہ نظر سے دیکھنے کا عادی بن جائے' اور ان پر اسلام کے حلال و حرام کے پیمانوں کے موافق حکم لگائے۔ نیز وہ اسلامی ''نفسية'' سے ایسا بہرہ مند ہو کہ اسلام ہی اس کی زندگی کا محور بن جائے۔ ہر اس چیز سے خوش ہو' جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی رضا کا سبب بنے' اور ہر اس چیز سے غضبناک ہو' جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضی کا سبب بنے۔ اور اسلام کا عملی تجربہ ہونے کے بعد وہ لوگوں تک اس کی دعوت کا بیڑہ اٹھائے۔ کیونکہ وہ تعلیم' جو اس نے حلقات میں حاصل کی ہے' وہ ایک مؤثر عملی تعلیم ہے۔ تاکہ زندگی میں وہ اس پر عمل کر سکے اور لوگوں تک اسے پہنچائے۔

☆ جب کوئی شخص مندرجہ بالا کیفیت تک پہنچ جائے تو وہ اپنے آپ کو پارٹی کے سانچے میں ڈھال لیتا ہے' پس یوں وہ پارٹی کی تنظیم کا حصہ بن جاتا ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعوت کے ابتدائی مرحلے میں کیا کرتے تھے' جو تین سال تک جاری رہا۔ اس میں آپ ﷺ لوگوں کو فرداً فرداً دعوت دے کر ان پر وہ چیز پیش کیا کرتے تھے' جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بھیجا تھا۔ جو شخص اس کو قبول کر کے آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لاتا' اسے اس دین کی بنیاد پر آپ ﷺ خفیہ طور پر اپنی منظّم جماعت میں شامل فرما لیتے۔ اور جو کچھ اسلام میں سے آپ ﷺ پر نازل ہوتا' اس کی بڑی احتیاط سے تعلیم فرماتے۔ اسی طرح قرآن میں سے جو کچھ نازل ہوتا' یا پہلے سے نازل ہو چکا ہوتا' وہ اسے پڑھاتے۔ تاکہ وہ اسلام کے سانچے

میں پوری طرح ڈھل جائے۔

اور جو کوئی آپ ﷺ پر ایمان لا تا آپ ﷺ اس سے خفیہ طور پر ملتے اور خفیہ ٹھکانوں میں اسے تعلیم دیا کرتے۔ وہ لوگ خفیہ طور پر اپنی عبادات سر انجام دیتے، یہاں تک کہ مکہ میں اسلام کا چرچا ہوا' لوگ اس کے بارے میں باتیں کرنے لگے اور جوق در جوق اس میں داخل ہونے لگے۔

اس تاسیسی مرحلے میں حزب نے اپنا کام فقط تربیت تک محدود رکھا اور اس نے اپنی پوری توجہ اپنے ڈھانچے کی تشکیل' افراد میں اضافہ اور حلقات میں ''تبنی'' (اختیار) کیے گئے عمیق افکار کی مدد سے ان کی تربیت پر مرکوز کی۔ حتیٰ کہ وہ ایسے نوجوانوں کی ایک منظّم پارٹی تشکیل دینے میں کامیاب ہو گئی جو اسلام اور حزب کے ''تبنی'' (اختیار) شدہ افکار میں ڈھلے ہوئے ہیں اور انہی پر عمل کرتے ہیں اور ان افکار کو لوگوں تک پہنچانے کا بیڑہ اٹھانے والے ہیں۔

جب حزب اپنی منظّم پارٹی بنانے میں کامیاب ہوئی نیز معاشرے میں اسے محسوس کیا گیا اور اس کی فکر اور دعوت معروف ہوئی تو وہ دوسرے مرحلے کی طرف منتقل ہو گئی۔

جہاں تک دوسرے مرحلے کا تعلق ہے تو یہ امت کے ساتھ مل کر کام کرنے کا مرحلہ ہے۔ تا کہ امت اسلام کی ذمہ داری اٹھائے اور اسے ہی اپنا **قضیہ مصیریہ** (زندگی اور موت کا مسئلہ) قرار دے۔ امت کے ہاں عام شعور اور رائے عامہ (**واعی العام و رائی العام**) اسلام کے ان افکار واحکام پر مبنی ہو جائے' جن کو حزب نے ''تبنی'' (اختیار) کیا ہے۔ تا کہ امت انہی کو اپنے افکار سمجھے، ان پر عمل کرے اور انہیں زندگی میں عملی صورت دینے کی علمبردار بن جائے۔ نیز امت خلافت کے قیام اور خلیفہ کو منصب پر فائز کرنے کے کام میں حزب کے ساتھ شریک عمل ہو جائے۔ جو اسلامی زندگی کے از سرِ نو آغاز اور پوری دنیا تک اسلام کی دعوت پہنچانے کے لئے ہے۔

اس مرحلے میں حزب عوام الناس کو اجتماعی طور پر مخاطب کرنے کی طرف منتقل ہوئی اور اس دوران مندرجہ ذیل اقدامات کا اہتمام کیا گیا:

۱۔ افراد کے لئے حلقات میں جامع تثقیف (جامع اور مکمل تعلیم) کا اہتمام، جس سے حزب کے ڈھانچے کی نشوونما ہو، اس کے افراد میں اضافہ ہو اور ایسی اسلامی شخصیات تیار ہوں، جو دعوت کے کام کا بوجھ اٹھا سکیں اور فکری اور سیاسی جدوجہد کے میدان میں اتر سکیں۔

۲۔ امت کی اجتماعی تعلیم وتثقیف کے لئے حزب مساجد میں دروس، لیکچروں، کانفرنسوں اور عام جلسوں کا اہتمام کرتی ہے۔ نیز اخبارات، کتابوں اور نشرات (پمفلٹوں) کے ذریعے عوام الناس کو ان اسلامی افکار اور احکام کی تعلیم دیتی ہے، جو حزب نے ''تبنی'' (اختیار) کئے ہیں۔ تاکہ امت میں شعور عام پیدا کیا جائے اور پھر ان کے ساتھ مل کر کام کیا جائے۔ اسے اسلام پر پختہ کیا جائے، اور انہی میں سے ایک عوامی بنیاد تیار کی جائے۔ تاکہ وہ امت کی قیادت کرتے ہوئے خلافت کے دوبارہ قیام اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کا نفاذ ممکن بنا سکے۔

۳۔ کافرانہ عقائد، نظاموں اور افکار نیز فاسد عقائد، غلط افکار اور مفاھیم کے خلاف فکری جنگ کرنا۔ یہ اس طور پر کہ ان کی کجی، غلطی اور اسلام سے ان کا ٹکراؤ ظاہر کیا جائے۔ تاکہ امت کو ان سے اور ان کے اثرات سے نجات دلائی جائے۔

۴۔ سیاسی جدوجہد جس کی صورت مندرجہ ذیل ہے:

الف۔ ان کافر استعماری ریاستوں کے خلاف جدوجہد کرنا، جن کا اسلامی ممالک پر غلبہ یا اثر ورسوخ ہے۔ نیز استعمار کی ہر شکل کے خلاف پوری جدوجہد کرنا، چاہے وہ فکری ہو یا سیاسی، اقتصادی ہو یا عسکری، اور یوں اس کے منصوبوں کو ظاہر کرنا اور اس کی سازشوں کو بے نقاب کرنا، تاکہ امت کو اس کے غلبے سے نجات دلائی جا سکے اور اس کے اثر ورسوخ سے آزاد کرایا جا سکے۔

ب۔ عرب اور اسلامی ممالک میں حکمرانوں کو چیلنج کرنا، انہیں بے نقاب کرنا اور ان کا محاسبہ کرنا، نیز جب بھی وہ امت کے حقوق کو ہڑپ کریں، یا امت کے حق میں اپنی ذمہ داریوں میں کوتاہی کریں، یا اس کے امور کی ادائیگی میں تقصیر سے کام لیں، یا امت کے امور سے غفلت برتیں، یا اسلام کے احکامات کی مخالفت کریں، تو ان کے خلاف جدوجہد کرنا۔

اسی طرح وہ حکومتیں، جو کافرانہ قوانین اور نظاموں کے بل بوتے پر قائم ہوں، ان کو ختم کرکے ان کی جگہ اسلامی حکومت کے قیام کی کوشش کرنا۔

۵۔ امت کی مصلحتوں کو اپنی مصلحتیں بنانا اور اس کے امور کی شریعت کے احکامات کے مطابق دیکھ بھال کرنا۔

☆ حزب نے یہ تمام اعمال رسول ﷺ کی اتباع میں سرانجام دینے کی ٹھانی، جیسا کہ آپ ﷺ اس آیت کے نزول کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے تھے:

﴿فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَأَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِينَ﴾

''جن احکامات کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا انہیں کھول کھول کر بیان کردیں اور مشرکوں سے اعراض کریں۔'' (الحجر: ۹۴)

پس آپ ﷺ نے اپنے کام کو ظاہر کردیا، (اس کے لئے) قریش کو صفا کی طرف بلایا اور انہیں بتایا کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے نبی ہیں، اور ان سے اپنے اوپر ایمان لانے کا مطالبہ کیا۔ اپنی دعوت کو مختلف جماعتوں پر ویسے ہی پیش کرنا شروع کردیا جیسا کہ آپ ﷺ افراد پر پیش کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ قریش، ان کے معبودوں، ان کے عقائد اور افکار پر حملہ آور ہوئے، اور ان کی کمزوری، فساد اور غلطی کو واضح کردیا۔ نیز ان کے عیوب بتائے اور ان پر ایسے ہی حملہ آور ہوئے جیسا کہ اس وقت کے موجود تمام عقائد و افکار پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اسی دوران میں آپ ﷺ پر مسلسل آیات نازل ہو رہی تھیں جن میں ان کے مروجہ اعمال پر حملہ ہوتا۔ مثلاً سود کھانا، بیٹیوں

کو زندہ در گور کرنا، ناپ تول میں کمی بیشی، زنا وغیرہ۔ اسی طرح ایسی آیات بھی نازل ہو رہی تھیں جن میں قریش کے زعماء اور سرداروں پر حملہ ہوتا، ان کی اور ان کے بڑوں کی بیوقوفی اور بے عقلی کا پول کھلتا۔ نیز رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ کی دعوت اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کی مخالفت میں ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا جاتا۔

☆ حزب نے اپنے افکار کو دیگر افکار اور سیاسی گروہوں کے مقابل بڑی فصاحت سے رکھا۔ نیز وہ کافر ریاستوں کے خلاف جدوجہد اور حکمرانوں کی مخالفت اور مذمت میں بڑی صراحت اور چیلنج کا انداز لئے ہوئے ہے۔ اور اس بارے میں کسی ابہام، چاپلوسی اور خوشامد سے کام لیتی ہے اور نہ اپنی سلامتی کا خیال کرتی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ اس کے کیا نتائج نکلیں گے یا موجودہ حالات کیا ہیں؟ چنانچہ حزب ہر اس شخص کو چیلنج کرتی ہے' جو اسلام اور اس کے احکامات کی مخالفت کرتا ہے۔ اور اس بناء پر اسے حکمرانوں اور سیاسی جماعتوں سے شدید اذیت اور انتقام کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ کبھی کبھار اس سے عوام الناس بھی ناراض ہو جاتے ہیں۔

حزب نے یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں کیا۔ آپ ﷺ پوری دنیا کے لئے اسلام کا پیغام لے کر آئے اور واضح انداز میں چیلنج کرتے ہوئے اور اس حق پر ایمان رکھتے ہوئے' جس کی طرف آپ ﷺ دعوت دیتے تھے' آپ ﷺ نے پوری دنیا کے کفر اور اس کے افکار کو چیلنج کیا۔ لوگوں میں سے ہر سرخ اور سیاہ کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ نیز عادات، رسوم ورواج، ادیان، عقائد، حکمرانوں اور عوام میں سے کسی کو خاطر میں نہ لائے اور اسلام کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف توجہ نہ دی۔ پس آپ ﷺ نے قریش کے خلاف تنقید شروع کی' اور قریش اور ان کے معبودوں کے عیوب بیان کئے' اور ان کے نظریات کو چیلنج کرکے ان کی حماقت کو ظاہر فرمایا' جبکہ آپ ﷺ اکیلے ایک فرد تھے۔ نہ تو کوئی سازوسامان آپ کے پاس تھا' نہ کوئی مددگار اور نہ کوئی اسلحہ۔ سوائے اس مضبوط اور محکم ایمان کے' جو آپ ﷺ کو اسلام کے پیغام پر

تھا'اور جس کے ساتھ آپ ﷺ مبعوث ہوئے تھے۔

☆ اگرچہ حزب اپنے اسلوب میں صراحت' وضاحت اور چیلنج کی پابند ہے' مگر اس نے اپنے آپ کو سیاسی اعمال تک ہی محدود رکھا ہے۔ اور اس میں یہ اضافہ نہیں کیا کہ حکمرانوں، اپنی دعوت کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے والوں اور اذیت پہنچانے والوں کے خلاف مادی (عسکری) وسائل کا استعمال کرے۔ یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے مکہ میں کام صرف دعوت تک محدود رکھا اور مدینہ کی ہجرت تک آپ ﷺ نے مادی وسائل کو بالکل استعمال نہیں کیا۔ جب **عقبة ثانية** کی بیعت کرنے والوں نے آپ ﷺ سے منیٰ والوں کے خلاف تلوار سے لڑنے کی اجازت چاہی' تو آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

(لَمْ نُؤمَرْ بِذَالِكَ بَعْدُ)

''ہمیں ابھی اس کا حکم نہیں ملا۔''

اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تلقین کی کہ آپ اذیت پر صبر کریں' جیسا کہ آپ ﷺ سے پہلے رسولوں نے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَأُوْذُوْا حَتّٰى اَتَاهُمْ نَصْرُنَا﴾

''اور آپ ﷺ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلانے پر۔ اور انہیں اذیت پہنچائی گئی' یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آن پہنچی۔'' (الانعام:۳۴)

اور جب حزب کے سامنے معاشرے اور امت نے جمود کا مظاہرہ کیا تو حزب نے رہنمائی حاصل کرنے کیلئے پھر رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی طرف رجوع کیا اور اس کے مطالعے سے مندرجہ ذیل نتیجے پر پہنچی:-

۱۔ جب ابو طالب نے وفات پائی تو اس وقت مکہ کا معاشرہ نبی کریم ﷺ کے

سامنے بالکل بند اور منجمد تھا۔ ابو طالب کی وفات کے بعد قریش کی آپ ﷺ کو ایذاء رسانی اس درجے تک بڑھ گئی کہ جس کی امید وہ آپ ﷺ کے چچا کی زندگی میں نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی حفاظت میں اس نسبت سے کافی کمزوری آ گئی، جو ابو طالب کی زندگی میں آپ ﷺ کو میسر تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کی کہ اپنے آپ کو عرب کے مختلف قبائل پر پیش کر کے اپنے لئے ان کی حمایت و نصرت طلب کریں، تا کہ آپ ﷺ تحفظ اور سلامتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس دین کی تبلیغ کر سکیں جس کے ساتھ اس نے آپ ﷺ کو بھیجا ہے۔ ابن کثیرؒ نے سیرت میں علیؓ بن ابی طالب سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش کریں تو آپ ﷺ منیٰ کی طرف نکلے۔ میں اور ابو بکرؓ ساتھ تھے، حتیٰ کہ ہم مجالس عرب میں سے ایک مجلس تک پہنچے۔''

اسی طرح ابن کثیرؒ نے ابن عباسؓ سے اور انہوں نے عباسؓ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(لَا اَرَی لِیْ عِنْدَكَ وَلَا عِنْدَ اَخِیْكَ مَنَعَةً، فَهَلْ اَنْتَ مُخْرِجِیْ اِلَی السُّوقِ غَدَاً حَتّٰی نُقِرَّ فِیْ مَنَازِلِ قَبَائِلِ النَّاسِ. وَكَانَتْ مَجْمَعُ الْعَرَبِ، قَالَ: فَقُلْتُ هَذِهِ كِنْدَةً وَلَفُّهَا، وَهِیَ اَفْضَلُ مَنْ یَحُجُّ مِنَ الیَمَنِ، وَهَذِهِ مَنَازِلُ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ، وَهَذِهِ مَنَازِلُ بَنِی عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ، فَاخْتَرْ لِنَفْسِكَ، قَالَ: فَبَدَأَ بِكِنْدَةَ فَأَتَاهُمْ)

''میں اپنے لئے آپ کے پاس اور آپ کے بھائی کے پاس حفاظت نہیں پاتا۔ تو کیا آپ مجھے کل بازار کی طرف لے چلیں گے، تا کہ ہم قبائل کے ساتھ بیٹھیں۔ (اس وقت) عرب کا اجتماع تھا۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ''یہ ہیں بنو کندہ اور ان کے ہم نوا۔ یمن سے حج کیلئے آنے والوں میں یہ سب سے بہتر ہیں، اور یہ بکر بن وائل کے پڑاؤ ہیں اور یہ بنی عامر بن صعصعة کے پڑاؤ ہیں۔ آپ ﷺ جسے چاہیں اپنے لئے

پسند کر لیں۔'' عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بنو کندہ سے شروع کیا اور ان کے پاس آئے۔''

۲۔ آپ ﷺ جن قبائل کے پاس جاتے' ان سے ایمان و تصدیق کے مطالبے کے بعد یہ مطالبہ کرتے کہ وہ آپ ﷺ کی حمایت کریں' تا کہ آپ ﷺ اس چیز کی تبلیغ کر سکیں' جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔ اور وہ تمام نصوص' جو آپ ﷺ کے قبائل کے پاس تشریف لے جانے سے متعلق ہیں' اس بات کی شاہد ہیں کہ آپ ﷺ ان سے اپنے لئے اور اپنی دعوت کے لئے حمایت طلب فرماتے تھے۔

۳۔ بنو کندہ اور بنو **عامر بن صعصعة** کا آپ ﷺ سے مطالبہ کہ آپ ﷺ کے بعد حکمرانی ہماری ہو گی، اس بات کی دلیل ہے کہ وہ آپ ﷺ کی حمایت و نصرت کے مطالبے سے یہ سمجھ گئے تھے کہ آپ ﷺ ان کے ہاں ایک سیاسی اکائی اور حکومت تشکیل دینا چاہتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے آپ ﷺ سے مدد کی شرط پر یہ مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ کے بعد حکمرانی ہماری ہو گی۔

۴۔ مدینے والوں کی طرف سے آپ ﷺ کی نصرت، اور آپ ﷺ کا **عقبہ ثانیة** کے موقع پر ان سے بیعت لینا، اور محض مدینہ پہنچنے پر حکومت کا قیام، یہ سب اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ آپ ﷺ کا حمایت و نصرت کے مطالبے سے مقصد یہی تھا کہ ایک اسلامی حکومت تشکیل پائے۔ تا کہ اس میں اسلامی احکام کا نفاذ ممکن ہو سکے۔

۵۔ حزب اس مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچی کہ مدد طلب کرنے کا کام پہلے مرحلے میں تربیت کے کام سے اور دوسرے مرحلہ میں تفاعل کے کام سے مختلف ہے۔ اگرچہ دوسرے مرحلہ یعنی تفاعل کے مرحلے میں یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے۔ نیز یہ اس طریقے کا جزو ہے' جس کی اتباع اُس وقت واجب ہو جاتی ہے' جب دعوت کی ذمہ داری اٹھانے والوں کے سامنے معاشرے کے راستے بند اور جامد ہو جائیں' اور ان کی اذیت میں

شدت آجائے۔ اس لئے حزب نے اپنے اعمال میں نصرت حاصل کرنے کے عمل کا بھی اضافہ کیا، اور اسے اصحابِ قوت سے طلب کرنا شروع کیا۔ اور یہ کام دو مقاصد کے لئے کیا گیا:

نمبر۱: حمایت حاصل کرنے کی غرض سے تا کہ اطمینان سے دعوت کا کام ہو سکے۔

نمبر۲: حکم حاصل کرنے کی خاطر سے، تا کہ قیام خلافت کے ذریعے زندگی، ریاست اور معاشرے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو دوبارہ نافذ کیا جا سکے۔

حزب نے نصرت طلب کرنے کے ساتھ ساتھ وہ تمام کام بھی جاری رکھے' جو وہ پہلے سے کرتی چلی آ رہی تھی۔ یعنی حلقات کی صورت میں مرکز تعلیم (تثقیف) کا سلسلہ، امت کی اجتماعی تربیت وتثقیف کا سلسلہ، امت کو اسلام کی ذمہ داری اٹھانے کیلئے تیار کرنے پر توجہ اور اس کے ہاں رائے عامہ پیدا کرنا، حکمرانوں کو سرزنش اور امت کے امور اور مصلحتوں کا خیال رکھنا۔ وہ ان کاموں کو اس امید کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اور امت مسلمہ کو کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمائے، اور مؤمنین اس وقت اللہ تعالیٰ کی مدد پر خوشیاں منائیں گے۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر اور لوگوں پر احسان ہے کہ اسلام کے لئے رائے عامہ ہموار ہو چکی ہے اور امت کی نجات کیلئے اسلام ہی امید بن کر ابھرا ہے۔ نیز خلافت کا ذکر ہر زبان پر جاری ہو گیا ہے' جبکہ پہلے ایسا نہیں تھا۔ اور خلافت کا قیام اور شریعت کا نفاذ تمام مسلمانوں کی دلی آرزو بن گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ ہمارے قدموں کو صحیح سمت پر چلائے۔ اپنی طرف سے ہماری مدد فرمائے، اور اپنے فرشتوں اور مخلص مؤمنین اور اپنی طرف سے جبریل امین کے ذریعے مدد فرمائے۔ اپنے فرشتوں اور مخلص مسلمانوں کے ساتھ ہمارے بازو مضبوط فرمائے اور اپنی طرف سے ایک عظیم نصرت سے ہمیں عزت بخشے۔ ہمیں اس بات کی توفیق دے کہ ہم خلافت کو قائم کر سکیں، اور خلیفۃ المسلمین مقرر کر سکیں۔ جسے ہم

سمع و اطاعت پر بیعت دیں، جو کتاب و سنت کے مطابق حکومت کرے، تمام مسلمان ممالک میں موجود کافرانہ نظاموں کا قلع قمع کرے، تمام مسلمانوں کو خلافت کے جھنڈے تلے جمع کرے اور دولتِ خلافت کے تحت تمام مسلمان ممالک کو پھر سے متحد کر دے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ اس پر قادر ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين